اللہ
رسول
محمد

ماہنامہ

المُرشد

لاہور

دسمبر 1999

ماہنامہ المرشد لاہور

جلد نمبر21 شعبان / رمضان المبارک 1420ھ بمطابق دسمبر 1999ء شمارہ نمبر5

اس شمارے میں

1	(اداریہ) امیدوں کا موسم دھندلا رہا ہے	محمد اسلم	3
2	جمہوریت اور مارشل لاء	امیر محمد اکرم اعوان	4
3	غلاموں کی جمہوریت	جنرل (ر) حمید گل	11
4	نفاذ اسلام اور غزوۃ الہند	امیر محمد اکرم اعوان	15
5	ایک خط الاخوان کے کارکنوں کے نام	امیر محمد اکرم اعوان	20
6	لیڈر	ہارون الرشید	23
7	حفاظت قرآن کا مطلب	امیر محمد اکرم اعوان	25
8	کلام شیخ	سیماب اویسی	33
9	مجلس ذکر (5)	پروفیسر عبدالرزاق	34
10	مقام شیخ	امیر محمد اکرم اعوان	39
11	احتساب یا انقلاب؟	جنرل (ر) حمید گل	51
12	ہاؤس وائف	آسیہ اعوان	55
13	مومن اور کافر	امیر محمد اکرم اعوان	62

ٹائٹل بشکریہ ماہنامہ "تدریس القرآن" کراچی

رابطہ آفس:- دارالعرفان، عقب عبداللہ پور ویگن سٹینڈ، ریلوے کالونی فیصل آباد- فون 727410

ناشر:- پروفیسر حافظ عبدالرزاق انتخاب جدید پریس لاہور 6314365

پتہ:- ماہنامہ المرشد، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ، لاہور- فون 5180467

اداریہ

امیدوں کا موسم دھندلا رہا ہے؟

12 اکتوبر سے 13 اکتوبر..... پھر نومبر اور اب دسمبر آگیا..... وقت تیزی سے گزر رہا ہے۔ گھڑی کی ٹک ٹک جاری ہے۔ انتظار طویل ہوتا جارہا ہے۔ اس وقت کا انتظار جو غریب کی قسمت بدل دے گا..... اس وقت کا انتظار جو بے روزگار کے لئے خوشی کی خبر لائے گا........ اس وقت کا انتظار جب ملک میں معیشت کا پہیہ رواں دواں ہو گا...... اس وقت کا انتظار جب انصاف کی سہولتیں طبقاتی تقسیم کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بلا امتیاز میسر آئیں گی۔ جوں جوں انتظار طویل ہو رہا ہے امیدوں کا موسم دھندلا ہوتا جارہا ہے۔

چیف ایگزیکٹو آف پاکستان جنرل پرویز مشرف کے بارے میں دینی حلقوں میں یہ تاثر عام ہے کہ وہ ملک میں نفاذ اسلام کے لئے کوئی بڑا اقدام نہیں اٹھائیں گے۔ اس تاثر کی ایک جھلک ان کی شخصیت اور نظریات سے نمایاں ہوگئی ہے۔ اب ایک ہی صورت رہ گئی ہے جس کی بدولت قوم اور محب وطن حلقے حکومت کو وقت دینے کے لئے تیار ہیں وہ یہ کہ بیورو کریسی' کرپٹ سیاستدانوں اور جاگیرداروں سے ملکی دولت ہر حال میں واپس لی جائے۔ اس بات کا پتہ چلایا جائے کہ چند ہزار روپے تنخواہ لینے والے سرکاری افسر نے عالی شان گھر اور گاڑیاں کہاں سے اور کیسے حاصل کیں؟ سیاستدانوں نے دیکھتے ہی دیکھتے دولت کے ڈھیر کیسے جمع کئے؟ ان کے بیرون ملک اکاؤنٹس کیسے بھر گئے؟ انگریزوں سے جاگیریں حاصل کرنے والوں نے ملک کو کیسے کیسے نقصان پہنچایا۔ ان کے مقاصد کیا تھے اور کیا ہیں؟ بڑے بڑے شہروں میں لاکھوں' کروڑوں روپے کے پلاٹ کس کس کو اور کس بنیاد پر الاٹ کئے گئے..... اور پھر ان کا پتہ چلا کر جس کے خلاف بھی کرپشن' بدعنوانی' بدنیتی' ملک دشمنی اور لوٹ مار ثابت ہو اسے سخت سے سخت سزا دی جائے' کیونکہ یہ لوگ اس قوم کے مجرم ہیں' اس ملک کے مجرم ہیں---- ان کے ساتھ نرمی برتنا' ان کے حوصلے بڑھانے کے مترادف ہوگا۔

رہ گئی بات حکمرانوں کی تو قیام پاکستان کے بعد سے تاحال حکمرانوں نے قوم کو دھوکے کے علاوہ کچھ نہیں دیا۔ سابقہ ادوار میں بے نظیر بھٹو اور میاں نواز شریف نے بھی عوام کو چکنی چپڑی باتوں اور دلفریب جملوں سے بیوقوف بنانے کی کوشش کی۔ اپنی ایسی ہی کوششوں کے بل بوتے پر وہ ملک پر حکمرانی کرتے رہے۔ قوم اب لفظوں کی جادوگری سے تنگ آچکی ہے اور وہ اپنے حکمرانوں کو عمل کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتی ہے۔ ایسا عمل جو ان کی زندگیوں میں حقیقی تبدیلی برپا کر دے۔

بیمار معاشرے کی سرجری کیلئے فوجی حکومت سے برق رفتار اقدامات کی توقع ایک فطری عمل ہے مگر تاحال موجودہ حکومت نے ایسی برق رفتاری کا مظاہرہ نہیں کیا جس کی غریب اور عام طبقہ توقع کر رہا تھا۔ حکومتی اقدامات کے بعد اب تک جو نتائج سامنے آئے ہیں وہ تسلی بخش نہیں کیونکہ اس سے عام آدمی کو کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ حکومت کیلئے لمحہ فکریہ ہے کہ اس کے اعلانات اور وعدے گزشتہ حکمرانوں کی طرح کھوکھلے ثابت ہو رہے ہیں۔ آج بھی غریب کو پیٹ بھرنے کے لئے دو وقت کی روٹی میسر نہیں۔ اس کے بچے تعلیم جیسی بنیادی ضرورت سے محروم ہیں۔ صحت کی سہولتیں اس کے لئے خواب بن گئی ہیں۔ بیماری کی صورت میں وہ سسک سسک کر زندگی گزارتا ہے۔ وہ اپنی بچیوں کی شادی صرف اس لئے نہیں کر پاتا کہ غربت نے اس کے گھر کا راستہ دیکھ لیا ہے۔

معاشرے کی زبوں حالی کا جو منظر ہمیں نظر آرہا ہے اس کی بہتری کے لئے فوری طور پر کئی اہم اور بڑے فیصلے کرنا ضروری امر ہے۔ چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف اگر لوٹ مار کی پچاس فیصد دولت ہی واپس ملکی خزانے میں لانے میں کامیاب ہو جائیں تو معاشی و اقتصادی استحکام کی راہ ہموار ہو سکتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تعلیمی' سیاسی اور عدالتی نظام کو بہتر بنانے کے لئے بھی خصوصی اقدامات کرنے ہوں گے۔ غریب آدمی کو فوری ریلیف ملنا اشد ضروری ہے کیونکہ اس نے اسی امید پر 12 اکتوبر کی تبدیلی کو شروع میں خوشی سے قبول کیا تھا اگر اب بھی نعروں' وعدوں اور تسلیوں سے قوم کا دل بہلانے کی کوشش کی گئی تو یہ ملک کے لئے قطعی بہتر نہ ہوگا...... حکومت اگر غریبوں کے دکھوں کا مداوا کرنے کی بجائے مغربی طاقتوں' آئی۔ ایم۔ ایف اور ورلڈ بنک کو خوش کرنے میں لگی رہی۔ قرضوں کی ادائیگی کے چکر میں ملک کے غریب عوام کا خون نچوڑا جاتا رہا تو ملک میں ایسا خونی انقلاب آئے گا جس کا راستہ روکنا مشکل ہو گا۔

چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف کو یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ انقلاب سیاسی جماعتیں نہیں لایا کرتیں۔ یہ تو ظلم کی چکی میں مسلسل پسنے والے افراد کا ایک ریلا ہوتا ہے جو سب کچھ بہا کر لے جاتا ہے۔ عوام کا یہ ریلا تب متحرک ہوتا ہے جب اسے بار بار دھوکہ دیا جائے۔ اسے وعدوں اور جھوٹی تسلیوں سے مطمئن کرنے کی کوشش کی جائے اور جب عام لوگوں کی امیدوں کا موسم دھندلا ہونا شروع ہو جائے۔

جمہوریت اور مارشل لاء

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

بمقام دار العرفان

مورخہ 15-10-99

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین ○

اس سٹیج پر اور اس مسجد میں' جلسوں میں' اور لاہور کے خطبوں میں بھی میں نے یہ بات بڑی دفعہ دہرائی ہے کہ اقتدار صرف اور صرف اللہ کو سزاوار ہے اور ہمیشہ اسی کی ذات کے لئے ہے۔ دنیا میں ہر آدمی کا امتحان مختلف طریقے سے ہے۔ کسی کا کمزوری میں' کسی کا طاقت ور بن' کر کسی کا افلاس میں اور کسی کا امیر ہو کر۔

فاما الانسان اذا ماابتلٰه ربه فاکرمه نعمه ○ فیقول ابی اکرمن ○ کسی کا امتحان اس طرح لیتا ہے کہ اسے عزت و اقتدار دے دیتا ہے' دولت دے دیتا ہے نعمتیں دے دیتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اس اقتدار کے نشے میں' اس دولت کے گھمنڈ میں یہ مجھ سے باغی تو نہیں ہو جاتا میرے بندوں کے ساتھ انصاف کرتا ہے یا ظلم کرتا ہے و اما اذا ماابتله فقدر علیه رزقه ○ دوسرے کو اس آزمائش میں ڈالتا ہے کہ اسے مفلس و کمزور بنا دیتا ہے' ماتحت بنا دیتا ہے' مجبور بنا دیتا ہے' بے بس و بے کس بنا دیتا ہے اور اللہ کریم دیکھنا یہ چاہتا ہے کہ ان مجبوریوں میں' اس مفلسی میں' اس کمزوری میں' یہ میری ذات پہ بھروسہ رکھتا ہے یا مختلف دروازوں پہ سر جھکا دیتا ہے۔ مقصد صرف انسان کے اس رشتے کی آزمائش ہے جو اس کا رب العلمین کے ساتھ ہے۔ کوئی بھی فرد ہو شہنشاہ ہو یا فقیر' اس کائنات میں زمین پر' ہوا میں' پانیوں میں' جو مخلوق ہے اس مخلوق کی تعداد بھی اتنی ہے کہ اگر ایک آدمی اپنے آپ کو ایک لکھنا چاہے اور اعشاریہ لگا کر صفر لگانا شروع کر دے تو میرا خیال ہے ساری زندگی زیرو لکھتا چلا جائے گا اپنے آپ کے لئے ایک لکھنے کی باری نہیں آئے گی۔ ہر فرد کی حیثیت اتنی ہی ہے لیکن اس کا نظام ایسا ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

کلھم راع تم میں سے ہر ایک شہنشاہ ہے ہر ایک کے پاس حکومت ہے جو بالکل مفلس ہے جس کی کوئی نہیں سنتا اپنے آپ پر تو اس کی بھی حکومت ہے۔ کسی کی اپنی اہل خانہ' پر کسی کی محلے پر' کسی کی شہر بھر میں سنی جاتی ہے۔

کلھم راع تم میں سے ہر بندہ حکمران ہے و کلھم مسئول عن رعیته اور جتنا کسی کا دائرہ اقتدار ہے اس میں جو جو چیزیں یا جو افراد آتے ہیں ان کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی اس کی پرسش احوال ہوگی۔ الحمد للہ اللہ کریم نے پاکستان کو ایک بڑے بحران سے بچا لیا لیکن ابھی سب خیریت نہیں ہے۔ بہت سے تانے بانے بالکل الٹ بنے گئے تھے۔ اربوں روپیہ کمایا ہمارے معزول وزیر اعظم صاحب نے صرف ایک چینی کی تجارت میں۔ انہوں نے نو روپیہ کلو واجپائی کو دی اور تیرہ روپے کلو ریبیٹ (Rebate) کھربوں کے حساب سے قومی خزانے سے لے لیا۔ واجپائی نے پاکستان سے نو روپے لیکر اٹھارہ روپے کلو باہر ایکسپورٹ کر دی اس طرح اربوں روپے کما لئے اور وزیر اعظم صاحب نے پھر بیس روپے کلو باہر سے امپورٹ کر لی جو ہم اور آپ پچیس روپے کھا رہے ہیں یعنی صرف ایک سودے میں وجپائی اور نواز شریف ارب پتی ہو گئے۔ اسے دوبارہ لانے کے لئے سینکڑوں نوجوان اور افسر کارگل میں شہید کرائے۔ کارگل پر قبضہ کیا ہندوستان اس پوزیشن میں چلا گیا کہ اگر مزید دو مہینے یہ قبضہ برقرار رکھتے ہندوستان کو کشمیر سے دستبردار ہونا پڑ رہا تھا۔ پچاس ہزار مربع کلومیٹر رقبہ ہے مقبوضہ کشمیر کا جو ہندوستان

کے پاس جس میں سے کارگل پر پاکستانی قبضہ ہونے کی وجہ سے ستائیس ہزار مربع کلومیٹر پر ہندوستان کی رسائی ختم ہوگئی۔ دو تہائی رقبے میں وہ حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ جب دو تہائی اس کے قبضے سے نکل گیا تو ایک تہائی بھی نکل جانا تھا اگلے دن ہندوستان کے وزیر اعظم کا بیان تھا کہ اگر پاکستان ودڈرا (Withdraw) نہ کرتا تو کشمیر ہمارے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ لیکن یہ سودا بازی تھی میاں صاحبان ہندستان میں زمینیں خرید رہے تھے۔ کارخانے لگا رہے تھے جائیداد بنا رہے تھے آج اس لئے میں نہیں کہہ رہا ہوں کہ وہ معزول ہوگئے ہیں میرا تقریروں کا ریکارڈ موجود ہے میں نے سو دفعہ پہلے بھی کہا ہے کہ رائے ونڈ میں انہوں نے ایک مغل شہزادوں کی طرز پر اپنی رہائش گاہ بنا کر اس کا نام جاتی عمرہ رکھا ہے جو ہندوستان کا ایک گاؤں ہے اور جہاں ان کی دادیاں پڑدادیاں ستے چنتی تھیں اور یہ کھاتے تھے یعنی اس مفلسی میں آئے اور پاکستان نے انہیں حکمران بنا دیا لیکن جب انہیں اپنے گھر اپنی جگہ بنانے کی توفیق نصیب ہوئی تو اس کا نام وہی رکھا جو ایک گاؤں ہندوستان میں ہے اور سکھوں کا گاؤں ہے اس میں ان کا ڈیڑھ ڈھائی مرلے کا مکان تھا وہ انہوں نے گوردوارے کے لئے دیا ہے۔ تو یہ اس ملک کی بدنصیبی ہے کہ جن لوگوں کو اس نے زمین سے اٹھا کر شہرت کی بلندیوں پر پہنچا دیا یا اقتدار دے دیا جب ان میں سے کوئی مرتا ہے تو کہتا ہے کہ مجھے افغانستان دفن کرو، کوئی مرتا ہے تو کہتا ہے کہ مجھے ایران جا کر دفن کرو، کوئی گھر بناتا ہے تو اس کا نام ہندوستان کے شہروں پہ رکھتا ہے اپنے ملک سے وفا نہیں کرتے۔ یہ طبقہ ہے جو دو فیصد ہے اور اٹھانوے فیصد لوگ ہیں جو ذلت رسوائی اور ٹیکسوں کے بوجھ کے نیچے دبے ہوئے ہیں۔ انقلابات تو پہلے بھی بہت آئے اور فوجی بھی آئے، جنرل ایوب خان صاحب نے یوں احتساب کیا کہ کچھ سیاست دانوں کو ایبڈو زدہ قرار دے دیا کہ یہ سات سال تک الیکشن میں نہیں آ سکتا، یہ پانچ سال تک الیکشن میں نہیں آ سکتا ضیاء الحق صاحب نے بھی ایسا ہی احتساب کیا کہ بھٹو صاحب اور کچھ لوگ سزائے موت پا گئے باقیوں کے عہدے چلے گئے اور کام جیسا تھا وہیں رہ گیا۔

اب اگر جنرل پرویز شرف صاحب نے اتنا بڑا قدم اٹھایا ہے تو خدا انہیں توفیق دے کہ صرف احتساب نہ کریں کچھ برآمدگی بھی کریں۔ یہ کوئی احتساب نہیں ہے کہ بے نظیر کو بیس سال قید کر دو اور زرداری کو اسی سال قید دے دو، یہ احتساب نہیں ہے۔ احتساب کا پہلا کام یہ ہے کہ لوٹی ہوئی دولت کی برآمدگی کی جائے۔ قوم جو غیرملکی قرضوں میں جکڑی ہوئی ہے اور جس کے لئے یہ کہا جاتا ہے کہ جی فوجی آ تو گئے ہیں لیکن فنانشلی یہ ایک دن بھی نہیں چل سکیں گے پیسہ کہاں سے لیں گے۔ تو پیسہ کسی سے قرض مانگنے کی بجائے یا کسی کے پاس بندوں کو گروی رکھنے کی بجائے جن لوگوں نے لوٹا ہے وہ کھربوں روپیہ وہ ضبط کیا جائے جو باہر ہے ان سے کہا جائے کہ وہ منگوائیں اگر نہیں منگواتے تو یہاں جو انہوں نے شاہی محلات بنائے ہیں وہ نیلام کئے جائیں جاگیریں، ضبط کی جائیں اور نیلام کی جائیں اور قوم کی لوٹی ہوئی دولت برآمد کی جائے احتساب کی بات نہیں، اب بات برآمدگی کی ہے ہم تو یہ دعا کرتے ہیں اللہ اس سیٹ اپ کو توفیق دے کہ یہ کچھ برآمد کریں ورنہ برائے نام احتساب تو ہر زمانے میں ہوتا آیا ہے اور جسے اپنا سیاسی مخالف سمجھا اسے قید دے دی سزائے موت دے دی۔ اسے راستے سے ہٹا دیا، یہ احتساب نہیں اس کا قوم کو کیا فائدہ جبکہ ان مرنے والوں کے وارث پھر قوم کے سر پہ مسلط ہو جاتے ہیں اس لئے کہ ہمارا باپ مرگیا تھا ہمیں حکمران بنا دو۔ یہ ایسی بیوقوف قوم ہے کہ یہ خیرات میں اسے پھر ملک دے دیتی ہے چونکہ تمہارا باپ پھانسی لگ گیا تھا تم بادشاہ بن جاؤ تمہارا باپ مارا گیا تھا اعجاز الحق صاحب کے پاس یا بے نظیر صاحبہ کے پاس کیا کوالیفکیشن ہے سوائے اس کی کے ان کے باپ مارے گئے تھے لہٰذا انہیں حکمران بنا دو انہیں ووٹ دے دو۔ چونکہ بھٹو صاحب کے زمانے میں تو بے نظیر سیاست میں نہیں تھی ضیاء الحق کے زمانے میں تو اعجاز الحق صاحب دوبئی میں بنک منیجر تھے ملازم تھے اگر اتنے قابل سیاست دان ہوتے تو اپنے والدین کا ہاتھ بٹاتے، کسی صوبے کے گورنر ہوتے کسی منسٹری کو چلا رہے ہوتے، کوئی سیاسی کام کر رہے ہوتے، اگر کوئی قابلیت

ہوتی جب وقت تھا اس وقت تو یہ ملازمتیں کر رہے تھے گھریلو زندگی گزار رہے تھے تو یہ بدنصیبی ہے قوم کی کہ دو چار بندوں کو اگر یہ موجود سیٹ اپ بھی سزا دے دے اور پھر ان کے وارث بھی شہیدوں کے جھنڈے لے کر ہمارے سر پر مسط ہو جائیں تو اس تبدیلی کا خاطر خواہ فائدہ نہیں ہو گا۔

اب اگر یہ ذمہ فوج کے گلے پڑ ہی گئی' چونکہ حالات جو سامنے آئے ہیں یا جہاں تک اخبارات میں لکھا گیا ہے یا جو تبصرے ملکی یا غیر ملکی ذرائع ابلاغ میں اور الیکٹرانک میڈیا نے کئے ہیں اس میں یہی ہے کہ واز شریف نے جنرل پرویز مشرف کے گلے میں رسہ ڈالنے کی کوشش کی یہ ان سے تکڑے نکلے انہوں نے اپنے گلے سے اتار کر ان کے گلے میں ڈال کر کھینچ لیا۔ ریسلنگ تھی ایک گیم تھی تو یہ برداشت کر گئے ان کی اور ان سے برداشت نہ ہو سکی۔ لیکن اب یہ گیم ان دو اداروں کے سربراہوں (ایک ملک کا سربراہ ایک فوج کا سربراہ) سے نکل کر پوری قوم کے گلے پڑ چکی ہے اب ایک ایک فیصلہ جو ہے وہ چودہ کروڑ مسلمانوں یا پاکستانیوں کے مستقبل کو متاثر کرے گا۔

اور پاکستانیوں کی سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ ان کا لوٹا ہوا مال برآمد کیا جائے۔ ضیاء الحق مرحوم جب حادثے کا شکار ہوا تو اس وقت سولہ ارب ڈالر غیر ملکی قرضہ تھا جو 47ء سے لے کر 87ء تک چالیس سالوں کا تھا سولہ ارب ڈالر۔ اب ستاسی سے لے کر ننانوے تک بارہ سالوں میں چھیالیس ارب ڈالر ہو گیا۔ چالیس سالوں میں سولہ ارب ڈالر اور باقی بارہ سالوں میں تیس ارب ڈالر باہر سے قرضہ لیا گیا آخر وہ تیس ارب ڈالر گیا کہاں؟ ملک میں تو کسی کو کوئی فائدہ نہیں ہوا غریب پر مزید ٹیکس لگے چیزیں مزید مہنگی ہوئیں بیمار کے لئے دوائیں مزید مہنگی ہوئیں کوئی شفا خانے نہیں بنائے کوئی سکول نہیں بنے کوئی عوامی کام نہیں ہوا کہ کسی عام آدمی کے کام آئے اس کا مطلب ہے کہ مزید ٹیکس لگا کر ادھر سے لوٹا گیا باہر سے بھی قرض لیا گیا اربوں ڈالر کھربوں روپے کہاں گئے۔

پاکستان کی اور اہل پاکستان اب ضرورت یہ ہے کہ ان سے سارا لوٹ کا مال برآمد کیا جائے اور اگر یہ برآمدگی ہو تو قومی خزانہ نہ صرف ملک چلانے کے قابل ہو جاتا ہے بلکہ سارے غیر ملکی قرضے بھی اتارنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ ملکی وسائل کے اور ان اداروں کی جو ملکی وسائل کی ذمہ دار ہیں کی اصلاح کی جائے جو جاگیریں انگریز نے غداری کے صلہ میں دی تھیں وہ لاکھوں مربع زمین جو قبضہ کر کے جاگیردار بیٹھے ہیں وہ واپس لے کر ان لوگوں کو دی جائیں جو کاشتکاری کرتے ہیں اور جاگیرداروں کا تسلط توڑا جائے کہ جب کبھی انقلاب آتا ہے پھر وہی جاگیردار اس میں منسٹر بن جاتے ہیں گورنر بن جاتے ہیں' وہیں سے بندے پھر فوجی حکومتوں کو بھی ملتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ چند سال بعد فوج تو چلی جاتی ہے لیکن ان جاگیرداروں کا قبضہ بدستور رہتا ہے ایوب خان کی وزارتوں میں بھی وہی لوگ تھے' یحیٰی خان صاحب کے ساتھ بھی وہی لوگ آئے' ضیاء الحق صاحب کی وزارتوں اور منسٹریوں میں بھی وہی جاگیردار تھے اور اگر موجودہ سیٹ اپ میں بھی خدا نہ کرے انہی جاگیرداروں نے رہنا ہے تو پھر صرف اتنی تبدیلی آئے گی کہ سال دو سال فوج بھی دھکے کھا کے چلی جائے گی اور بات وہیں کی وہیں رہ جائے گی۔ اب اس جاگیرداری نظام پر ضرب کاری لگائی جائے اور اس نظام کو سرے سے اکھیڑا جائے جسے انگریز نے غریبوں کو محکوم رکھنے کے لئے بنایا تھا کہ لاکھوں آدمی ایک ایک جاگیر میں زرخرید غلاموں کی زندگی گزارتے ہیں اور انہیں بات تک کرنے کا اختیار نہیں ہوتا۔ انہیں اونچا سانس لینے کی جرات نہیں ہوتی۔ فرعونوں کی طرح ان پر جاگیردار مسلط ہوتے ہیں حکمرانوں کو دیکھیں تو دم ہلانے لگتے ہیں غرباء کو دیکھیں تو غرانے لگتے ہیں۔ اب یہ نظام ختم ہونا چاہئے یہ انقلابی اقدامات کہ لوٹی ہوئی دولت واپس لی جائے اور غداری کے صلے میں دی ہوئی جاگیریں چھینی جائیں یہ فوج ہی کر سکتی ہے اور فوج کو کرنا چاہئے تاکہ آئندہ کم از کم آنے والے وقت میں پاکستان میں کوئی صاف ستھری قیادت آ سکے جب تک ان فرعونوں کی گردنیں نہیں ٹوٹتیں جب تک یہ برگد کے درخت کاٹے نہیں جاتے' جب تک یہ بڑے بڑے پودے جڑوں سے نہیں اکھڑتے تو کسی دوسرے کو پہنچنے کا راستہ یہ

نہیں دیتے۔ اور اللہ توفیق دے اس موجودہ سیٹ اپ کو کہ یہ دو ہی کرنے کے کام کریں باقی کام از کود چل پڑیں گے۔ تعلیمی نظام کی اصلاح کی جائے اور پورے ملک میں ایک نصاب ہو اور ایک سسٹم ہو ایک نظام ہو یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ایک طبقے کے لئے تو ایچی سن اور برن ہال بن گئے اور دوسرے کے لئے کوئی سکول میسر نہیں۔ آخر سارے اسی زمین پر پیدا ہوتے ہیں اسی ملک کے شہری ہیں کس نے ان میں درجہ بندی کر دی کہ وہ ایک بہت اونچے کلاس کا ہے اور ایک بہت نیچی کلاس کا ہے سب کے ایک طرح کے حقوق ہیں۔ اور سب کے بچوں کے لئے تعلیم کا اہتمام کیا جائے ہمارے حکمران جب کرتے ہیں تو ایسا جیسے جونیجو صاحب نے نئی روشنی سکول کے نام پر اربوں ڈالر سمیٹ لئے ابھی تک گاؤں کے باہر کھنڈرات کھڑے ہیں اور لوگ اینٹیں اکھاڑ اکھاڑ کر لے جا رہے ہیں یا اس میں گدھے پناہ لیتے ہیں یا کتے اور اب انہوں نے پورے ملک میں سبز انقلاب کے نام پر اربوں روپے لگا کر تعلیمی نظام شروع کر دیا کچھ خود کھائیں گے کچھ لوگوں کو خریدنے کے لئے استعمال کریں گے۔ ان اللہ کے بندوں نے تو صرف خرید و فروخت شروع کر رکھی تھی کہ کسی نہ کسی طرح ایک ایک بندے کو خریدتے جاؤ یہ بھول گئے کہ دولت مند بکتے ہیں غریب بہت کم بکتے ہیں یہ عجیب نظام ہے کہ جو آدمی غریب ہے مفلس ہے اس کے پاس نہ عہدہ ہوتا ہے نہ دولت ہوتی ہے نہ جاگیر ہوتی ہے اس کے پاس لے دے کر ایک غیرت اور حمیت باقی ہوتی ہے اسے وہ نہیں بیچتا انسان کیا بیچ سکتا ہے صرف اپنی غیرت بیچتا ہے بڑے آدمیوں کے پاس غیرت بیچ کر جائیداد بچ جاتی ہے عہدہ بچ جاتا ہے دولت بچ جاتی ہے اس لئے وہ بیچ دیتے ہیں اگر غریب بھی بیچ دے تو اس کے پاس بچتا ہی کچھ نہیں اس لئے میں نے میاں صاحب سے عرض کیا تھا کہ غریبوں کو خریدا نہیں جا سکتا غریبوں کو انعام نہ دیں ان پر نوازش نہ کریں ان کے حقوق دے دیں وہ آپ کے لئے دعا گو بن جائیں گے۔ زندگی کے وسائل ان تک پہنچائیں ان کے بچوں کو تعلیم دیں انہیں علاج کی سہولتیں مہیا کریں وہ از خود آپ کے دعا گو بن جائیں گے۔ لیکن یہ بات ان لوگوں کی سمجھ میں آتی نہیں ہے اس لئے کہ ان کا ایمان اللہ پر کم کم ہے یعنی اتنی بڑی تبدیلی اتنی بڑی مصیبت کے بعد بیان دیتے میاں شریف صاحب کا بزرگان کا بیان کہ وہ بیان دیتے ہیں کہ میرے بچوں کو میری نافرمانی کی سزا ملی نافرمانی کیا ہوئی کہ میں نے کہا تھا کہ امریکہ کے ساتھ اور فوج کے ساتھ بنا کر رکھنا۔ او ظالم! مرتے وقت تو اللہ کا نام لے لے۔

ابو جہل جب زخمی ہو کر گر گیا اور سمجھا گیا کہ مر گیا ہے تو حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ گزرے تو اس میں جان باقی تھی تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے سینے پہ قدم رکھا اور چاہا کہ اس کی گردن کاٹ کر اس کا سر لے جائے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تو اس نے کہا بھئی تم بہت اونچی جگہ چڑھ گئے ہو عام چرواہے کے بیٹے ہو یعنی ابو جہل کے سینے پر پاؤں رکھا ہوا ہے بہت بلندی پہ چڑھ گئے ہو اگر میرا سر کاٹنا ہے تو یہاں کندھوں سے رگڑ کا کاٹنا دوسرے سروں میں پڑا ہو تو پتہ چلے سردار کا سر ہے' دوسروں سے اونچا ہو۔ مر رہا ہے' گردن کٹ رہی ہے' لیکن سوال وہی ذہن میں' بات وہی ہے اب ان کا حال دیکھئے پتہ نہیں بیٹے زندہ ہیں یا کہ مارے گئے یا کہیں قید ہیں یا اریسٹ ہیں یا آئندہ ان کے ساتھ کیا ہو گا یہ نہیں کہتے کہ اللہ انہیں معاف کر دے یا ہم سے غلطی ہو گئی یا اللہ کے سامنے توبہ کرتے ہیں' پھر بھی افسوس یہ ہے کہ ہماری امریکہ سے نہ بن سکی ہم فوج سے نہ بگاڑتے۔ تو اب اللہ کرے کہ یہ نیا سیٹ اپ ان لوگوں کو کم از کم خدا تو یاد کرا دے۔ اتنا کچھ تو کرے کہ ان کو یہ یاد آ جائے کہ اللہ بھی ہے۔ اور اگر لوٹی ہوئی دولت واپس لی جائے تو ان فرعونوں کو ڈوبتے وقت اللہ یاد آئے گا۔ فرعون نہیں مانا کرتا لیکن جب غوطے آئے تھے تو اس نے کہا جی میں موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو' ہارون علیہ السلام کے اس خدا کو مانتا ہوں جسے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام مانتے ہیں۔ رب العالمین نے فرمایا اب تیرے ماننے کی ضرورت نہیں ہے جب میں منوانا چاہتا تھا تب تو نہیں مانا کرتا تھا۔

الئن وقد کنت من الکفرین اب مانتا ہے' جب گردن گردن ڈوب چکا ہے۔ لیکن اب میں نہیں مانتا۔

اللہ کرے کہ اس قوم کو اس ملک کو انصاف نصیب ہو اور عام شہری کو انسانی حقوق نصیب ہوں بچوں کو علم نصیب ہو عدالتیں انصاف کریں اور عدلیہ کا نیا سیٹ بنایا جائے جس میں مختصر وقت میں بڑے بڑے مقدمات کا فیصلہ عین انصاف کے مطابق ہو اور حق کے مطابق ہو اس لئے کہ قوموں کو زندہ رہنے کے لئے نظام عدل ریڑھ کی ہڈی ہوتا ہے۔ جن قوموں میں نظام عدل تباہ ہو جاتا ہے وہ قومیں زندہ نہیں رہتیں۔ ورلڈ وار میں 'دوسری جنگ عظیم میں جتنی مار برطانیہ کو پڑی اور جو حشر برطانیہ کا ہوا کہ ایک ایک ہزار جہاز حملہ آور ہوتا تھا بمبارٹمنٹ کرنے کے لئے اور لندن شہر تک اپر لندن تک ہٹلر نے کھنڈر کر دیا تھا۔اس وقت چرچل کو وزیر اعظم بنایا گیا تو چرچل پہ کسی نے سوال کیا کہ اس حال میں بھی تم ہتھیار ڈالنا نہیں چاہتے اور کیا سمجھتے ہو کہ تمہاری قوم تمہارا ساتھ دے گی۔ تو اس نے کہا کیا ہماری عدالتیں اپنا کام کر رہی ہیں اس نے جواب دیا کہ عدالتیں تو کام کر رہی ہیں چرچل نے جواب دیا کہ پھر قوم لڑے گی۔ جہاں عدلیہ زندہ رہتی ہے وہ قوم سرنڈر نہیں کرتی' وہ قوم اپنا وجود قائم رکھتی ہے۔ یہ غیر مسلموں کی مثالیں ہیں اور یہ انہوں نے کہاں سے سیکھا' کس نے بتایا؟ یہ بتایا محمد رسول اللہ ﷺ نے۔ بات مسلمانوں کی ہے اب اہل مغرب کو فکر ہے کہ جی پاکستان میں ڈیموکریسی جمہوریت بحال کرو جمہوریت کسے کہتے ہیں؟ سکھا شاہی ون مین رول کو

پاکستان میں تو ون مین رول تھا۔ پاکستان میں تو ایک ہی شہنشاہ بنا ہوا تھا جو چاہتا تھا کرتا تھا کسی کو دم مارنے کی جرات نہ تھی۔ کیا عدالتوں میں انصاف تھا اسمبلیوں میں جمہوریت تھی عام آدمی کو جمہوری حقوق حاصل تھے' کہاں تھی جمہوریت؟ پاکستان میں تو شہنشاہیت تھی اور آخری مغلیہ عہد کے شہزادوں کی یادگار بنی ہوئی تھی جب وہ صرف عیش کیا کرتے تھے کوئی مرے یا جئے۔ میں نے پچھلے جمعہ میں لاہور دہشت گردی پہ بات کرتے ہوئے کہا تھا کہ ملک میں جتنی دہشت گردی ہو رہی ہے اس میں 3/4 حصہ حکمران کرا رہے ہیں اور ایک چوتھائی غیر ملکی ایجنسیاں یا ملک کے بیوقوف لوگ کر رہے ہیں ان کی دیکھا دیکھی۔ کل کے پنڈی کے اخبار میں میں نے پڑھا کہ دو ہزار غنڈوں کی فوج شہباز شریف کی ایسی تھی جو ملک میں دہشت گردی کر رہی تھی جو باقاعدہ میاں صاحب سے تنخواہ لیتی تھی انہیں اسلحہ کون سپلائی کرتا تھا کہاں سے آتا تھا کون کون اس کا ذمہ دار تھا وہ ساری تفصیل کل اخبار میں دی ہوئی تھی۔ یہ جمہوریت تھی ملک میں؟ اسے بحال کرنا چاہتے ہیں؟ جمہوریت عطا ہے اسلام کی سب سے پہلے ایھا الناس

اے اولاد آدم علیہ السلام

"جمہور" یہ لفظ قرآن نے فرمایا وحی نے فرمایا محمد ﷺ نے فرمایا عام آدمی کو یہ حق محمد رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا کہ حکمران کو گلی میں روک کر اپنا حساب اس سے پوچھ لو اس کا دامن پکڑ کر اس سے اپنی

بات کر لے جب انسانوں کو یہ حقوق مدینہ منورہ میں دیئے جا رہے تھے تو مغرب وائلڈ ویسٹ تھا مغرب کو تو جنگلی اور وحشی ویسٹ کہا جاتا تھا امریکہ کے پاس کیا تھا برطانیہ کے پاس کیا تھا مغربی دنیا میں کیا تھا کچھ بھی نہیں تھا افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے نام انہوں نے چرا لئے۔ جس طرح ہندوؤں نے یہ دیکھا کہ جہاد میں یہ شہید ہوتے ہیں اور شہید ہونے کے لئے بڑھتے ہیں تو اب ہندوؤں نے شہادت کا لفظ چن لیا اب جو ان کا مرتا ہے کہتے ہیں شہید ہو گیا بھئی اور دین کو انہوں نے رد کر دیا اور ساری ہندی کر دی تو شہید تو عربی کا لفظ ہے تو ہندی کا لفظ نہیں ہے اسے جوں کا توں کیوں قبول کر لیا اب ہندو شہید ہوتے ہیں اس لئے انہوں نے دیکھا کہ یہ شہادت کا جو تصور ہے یہ بندے میں بے خوفی اور جرات پیدا کر دیتا ہے اور یہاں مسلمانوں کا یہ عالم ہے کہ لاہور کے اخبار میں مصطفےٰ کھر صاحب گورنر شکار پر گئے ان پر سوروں نے حملہ کر دیا ان کے پانچوں کتے مارے گئے تو لاہور کے ایک اخبار نے لکھا کہ کھر کے کتے شہید ہو گئے یہ اہل پاکستان کے ذرائع ابلاغ کا حال ہے اور یہ مسلمان ہیں ہندو کو کافر کو یا کتے کو شہید کہنا صریحا کفر ہے اور اس کی ابتدا کی تھی جرنل ضیاء الحق مرحوم نے اپنی نادانی میں۔ جب اندرا گاندھی نے اس گوردوارے پہ ریڈ کیا جس میں وہ جرنیل سنگھ مارا گیا تھا تو مرنے والے سکھوں کو ضیاء الحق صاحب نے شہید کہا تھا۔ شہید قرآن کا لفظ ہے اور شہید کے ساتھ عقیدہ

ہے۔

ولا تقولو لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون

شہید کو مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں تمہاری عقل سے یہ بات بالاتر ہے لیکن اللہ رب العلمین بتا رہا ہے کہ وہ مرا نہیں ہے وہ زندہ ہے اگرچہ اس کے جسم کے پرخچے اڑ گئے لمن یقتل قتل کا فعل تو بدن پہ وارد ہوتا ہے گولی لگتی ہے تلوار لگتی ہے چھری لگتی ہے پیٹ پھٹتا ہے سینہ پھٹتا ہے سر اڑ جاتا ہے پرخچے اڑ جاتے ہیں فرمایا قتل ہو گئے ان کا جنازہ ہوا دفن ہو گئے لیکن وہ مرے نہیں وہ زندہ ہیں اللہ کے مقرب ہیں اور دوسری جگہ قرآن ان کے بارے میں یہ سوچنا کہ مرگئے حرام قرار دیتا ہے۔

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ اموات ۔ اللہ کی راہ میں مرنے والوں کے بارے میں یہ سوچنا بھی حرام ہے کہ وہ مر گئے شہید ہونے والوں کے بارے یہ سوچنا کہ وہ مرگئے ہیں یہ بھی حرام ہے۔ اب یہ عقیدہ ہے کہ مسلمان وہ بندہ ہے جس کی نجات یقینی ہو گئی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا شہید کے خون کا ایک قطرہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ پیارا ہے اب اگر کوئی کتے کو شہید کہتا ہے تو کیا یہ کفر نہیں ہوگا۔ عقیدہ اسلام جو ہے ایک آدمی حرام کھاتا ہے شراب پیتا ہے وہ گناہگار ہے ایک آدمی شراب کو حلال کہتا ہے وہ پئے یا نہ پئے کافر ہو جائے گا کہ عقیدہ اسلام کے خلاف کہا۔ کفر کو اسلام کہا یا اسلام کو کفر کہا ایک آدمی کسی کو کہتا ہے یہ کافر ہے اور وہ کافر نہیں تو کہنے والا کافر ہو جائے گا۔ چونکہ بندہ تو نہیں ہوتا بندے کا عقیدہ ہوتا ہے یا کفر کا یا اسلام کا اس کا نظریہ اسلام کا تھا اس نے اسے کافر کہا گویا اس نے اسلام کو کفر کہا تو کہنے والا کافر ہو جائے گا۔

۔ شہادت مذاق نہیں ہے کاش اللہ توفیق دے اس موجودہ سیٹ اپ کو کہ دینی عقائد میں جو اس طرح کی رہزنی ہو رہی ہے اور اس طرح کی ڈاکہ اور دخل اندازی ہو رہی ہے خدا انہیں توفیق دے یہ تو مجاہد لوگ ہیں اور فوجیوں کو تو شہادت سب سے زیادہ نصیب ہوتی ہے۔ ان کا نصب العین ہی شہادت کا حصول ہے اللہ انہیں توفیق دے کہ ان ساری چیزوں کا محاسبہ کریں اور اس طرح کے لکھنے والوں کو بھی سمجھا سکیں میں نے کل کے اخبار دیکھے اور بڑے بڑے وہ کالم نویس جو زمین اور آسمان کے قلابے ملاتے تھے نواز شریف کے حق میں کل سارے کہہ رہے تھے یہ بڑا چور داپتر تھا۔ او ظالمو! کچھ دو چار گھنٹے تو سہارا کیا کرو۔ ایک رات تو گزرنے دو جو سب سے زیادہ اس کی تعریف لکھا کرتا تھا کل سب نے لکھا ہوا تھا کہ یہ سب سے بڑا چور تھا کمال ہے حد ہوگئی تو یہ جو ایک ابن الوقتوں کا ٹولہ مختلف جگہوں پہ قابض ہے اور ذرائع ابلاغ کو انہوں نے قابو کیا ہوا ہے کوئی کنجر ہے کوئی ڈوم ہے کوئی بھانڈ ہے ان کا بھی احتساب کیا جائے۔ ان سے بھی پوچھا جائے کہ کون کہاں کا ہے اور کیا کہتا ہے۔ نظریہ اسلام سے جو چیز متصادم ہے جو چیز مرتبہ شہادت کو مجروح کرتی ہے جو چیز شہادت کے عقیدے اور نظریے کو مجروح کرتی ہے اس کا قلع قمع کیا جائے۔ جنہوں نے ملک اور قوم کی دولت کو لوٹا ہے ان سے واپس لے کر ان پر مقدمات چلائے جائیں صرف مقدمہ چلانا اور اسے راستے سے ہٹانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا ان سے وہ دولت واپس لی جائے تاکہ ملک غیر ملکی قرضوں سے بھی نجات پائے اور ملک کے اندر خوشحالی آئے۔ ملک کے کاروباری اداروں کو چلایا جائے پی۔ آئی اے اور ریلوے میں کتنے گھپلے ہیں اور کتنے سرکاری اداروں میں کتنی اقرباپروری۔ لوگ مفت کی تنخواہیں لے رہے ہیں جو کبھی وہاں جاتے بھی نہیں تو اللہ کرے اس نئے سیٹ اپ کو یہ توفیق نصیب ہو اور صرف احتساب نہیں برآمدگی ہو اور ہر شعبے کا احتساب کیا جائے اور پوری دیانت داری سے کیا جائے بلا لحاظ کیا جائے تاکہ ملک کو بہتری، ترقی اور بھلائی کے راستے پر ڈالا جا سکے۔ چین ہم سے بعد میں آزاد ہوا آج دنیا کے ممالک میں صف اول میں ہے جاپان جنگ عظیم میں تباہ ہو چکا تھا آج وہ بھی دنیا کے صف اول کے ممالک میں شامل ہے۔ ہم سے تو ہندوستان والے بھی بہتر رہے ہیں اپنا ملک سنبھال رہے ہیں اور ابھی تک انہوں نے مارشل لاء کی نوبت نہیں آنے دی۔ ہمارے سیاست دانوں سے تو ہندو سیاست دان بہتر رہے کہ ابھی تک انہوں نے مارشل لاء کی نوبت نہیں آنے دی۔ فوج

کبھی نہیں آتی جب تک ہمارے سیاست دان اس کے آنے کا میدان ہموار نہیں کر دیتے۔ فوج کا آنا فوج کی بھلائی نہیں بلکہ سیاست دانوں کی نااہلی کا ثبوت ہوتا ہے یہ ایسے مواقع پیدا کرتے ہیں۔

اب یہ کہتے ہیں جی آدھا وقت جو ہے آزادی کے بعد فوجی اقتدار میں گزر گیا تو تم نے تو غیرت ایمانی سے کام لیا ہوتا تم فرعون نہ بنے ہوتے تم ڈاکو نہ بنے ہوتے تم نے لوگوں کو نہ لوٹا ہوتا تو فوج کیوں باربار آتی۔ اب اللہ کرے کہ پاکستان کو ایسا امن نصیب ہو۔ جاپان سے امریکہ تک دنیا کے ہر ملک کی موسٹ ماڈرن ٹیکنالوجی میں پاکستانی انجینئرز' پاکستانی سائنٹسٹ ہیں۔ جیسے ایک ڈاکٹر قدیر واپس آیا چند ڈاکٹروں نے اسلام آباد میں آکر ہسپتال بنایا جو ایشا میں اپنی مثال آپ ہے۔ اگر پاکستان میں عدل قائم ہو جائے انصاف ہو تو جو پاکستانی یورپ میں' فار ایسٹ میں یا دنیا کے مختلف ممالک میں' ویسٹ میں کام کر رہے ہیں اگر وہی واپس آجائیں تو ایک دم یہ ملک دنیا کی صف اول کا ملک بن جاتا ہے۔ ہر شعبہ زندگی کے چوٹی کے لوگ اس کے اپنے فرزند ہیں جو بدامنی' ناانصافی' ظلم اور جور کی وجہ سے ادھر منہ نہیں کرتے یہاں چمچوں کو مالشیوں کو اور نااہلوں کو حکومت دی جاتی ہے اور کام کرنے والوں کو محروم رکھا جاتا ہے اب اگر یہ تبدیلی آئی ہے تو اللہ کرے یہ ساری مثبت تبدیلیاں لانے کا سبب بنے اور ملک اور قوم کو صراط مستقیم پر ڈال سکے اس لئے کہ یہ لوگ بھی سدا نہیں رہیں گے۔

الحمدللہ رب العالمین ساری خوبیاں ساری تعریفیں سارے کمال اس ایک ذات کے لئے ہیں باقی سب آنے جانے والے لوگ ہیں ہم نہیں ہوں گے کوئی دوسرا آئے گا لیکن اس سیٹ اپ کا امتحان یہ ہے کہ یہ قوم کو صحیح راستے پر ڈال جائے چوری کا مال برآمد کیا جائے چوروں کو عبرت ناک سزائیں دی جائیں تاکہ پتہ چلے چوروں کو لوٹ مار کا آئندہ چوری کا سدباب ہو۔ قوم کو غیر ملکی قرضوں اور کافروں کے بوجھ سے نجات دلائی جائے اور قوم کے ان فرزندوں کو جو غیر ملکی اداروں میں غیر ملکی قوموں کی اور غیر اقوام کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں یہاں لایا جائے۔ ملک کی ترقی میں ان کو حصہ دار بنایا جائے اور اس قوم اور اس ملک کو دنیا کا آزاد مسلمان اور صف اول کا ملک بنایا جائے۔ و آخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین

پاکستانی قوم کے مسائل کا واحد حل

تبدیلی نظام

چہرے نہیں 'نظام بدلا جائے

فرسودہ نظام سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لئے تبدیلی نظام کی جدوجہد میں شریک ہوں

منجانب ایک بندہ خدا

غلاموں کی جمہوریت

تحریر۔ لیفٹیننٹ جنرل (ر) حمید گل

قائداعظم کی ولولہ انگیز قیادت میں برصغیر کے مسلمانوں نے بے مثال جدوجہد کی اور برصغیر کے مسلمانوں نے پاکستان حاصل کر لیا بلاشبہ یہ بہت بڑا کارنامہ تھا لیکن قیام پاکستان کے بعد سے ملک کا سب سے بڑا مسئلہ یہ رہا کہ ہم حقیقی آزادی سے محروم رہے۔ پاکستان کے قیام کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ہم انگریزوں اور برہمنوں کے دباؤ سے آزاد ہو کر اپنا بابرکت نظام وضع کریں گے اور اس کے پر بہار سائے میں زندگی بسر کریں گے۔ اس نظام کے قیام کی آرزو ہماری تاریخ میں دور تک دکھائی دیتی ہے اسی کے لئے مسلمانان برصغیر نے بے پایاں قربانیاں دیں۔ ان قربانیوں کا عکس ہمیں سید احمد شہید کی تحریک، ریشمی رومال تحریک، تحریک خلافت اور پھر تحریک قیام پاکستان میں دکھائی دیتا ہے۔ قائداعظم نے فرمایا تھا۔

Pakistan is not end with it self but means to an end

یعنی پاکستان بجائے خود کوئی مقصد نہیں بلکہ اصل مقصد کا ذریعہ ہے۔ انہوں نے فرمایا تھا۔ ہمارے پیش نظر ایک ایسے خطے کا حصول ہے جہاں ہم آزادی سے اسلام کے سنہری اصولوں اور روایات کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ قائداعظم نے صاف لفظوں میں وضاحت کر دی تھی کہ اسلامی قوانین آج بھی اتنے ہی عملی ہیں جتنے چودہ سو برس قبل تھے۔ ظاہر ہے اسلام کے اصول قرآن و سنت پر مبنی ہیں، لہٰذا قائداعظم کے پیش نظر یہاں قرآن و سنت کا نظام چلانا تھا لیکن اس میں کلیدی لفظ (Catch word) آزادی تھا یعنی ہم یہ کام نہیں کر سکتے جب تک پوری آزادی حاصل نہ ہو گی۔ تمام تر مخالفتوں کے باوجود خطہ زمین تو مل گیا لیکن یہ عناصر چاہتے تھے کہ اب اس ملک کو نظام سے محروم رکھا جائے لیکن جب نظام کی بات شروع ہوئی تو سازشوں کے جال بنے جانے لگے۔ قائداعظم کی وفات کے بعد کوئی جماعت اور شخصیت ایسی نہیں تھی جو ان کے مقاصد اور عزائم کو لے کر آگے بڑھتی، چنانچہ یہ 'قافلہ سخت جاں وادی پرخار' میں ہی رک گیا۔ تحریک پاکستان کا زور ٹوٹ گیا۔ نو برس تک آئین کی تدوین نہیں ہو سکی۔ یہ پاکستان کو اس کی فطری منزل سے دور رکھنے کی سازش تھی۔ ۱۹۴۹ء میں پاس ہونے والی قرارداد مقاصد، قوم کی اجتماعی آرزو کا اظہار تھی لیکن اسے آئین کے دیباچے کا حصہ بنا دیا گیا۔ ۱۹۵۶ء میں ملک کو ایک سیکولر آئین دیا گیا جس کی وجہ سے اصل جوہر دفن ہو کر رہ گیا اور وہ نظام جس کی تبدیلی کے لئے ملک حاصل کیا گیا تھا پوری توانائی کے ساتھ ہم پر مسلط رہا۔ جاگیردار، وڈیرے اور نوکر شاہی کے کارندے ہمارے سروں پر بیٹھے رہے۔

قیام پاکستان سے پہلے برطانوی امپیریل ازم کا ہم پر راج تھا انگریزوں کے جانے کے بعد ان کی جگہ بتدریج امریکہ نے لے لی۔ پاکستان شروع دن سے بظاہر سیکولر راہ پر چلا لیکن در اصل امپیریلزم کے تابع رہا۔ ۱۹۵۶ء تک اس خطے میں انگریز کا اثر و رسوخ تھا۔ اسی سال انگریزوں نے فرانس سے مل کر نہر سویز پر حملہ کیا مگر برطانوی استعمار پسپا ہو گیا اس کے بعد ان چھوٹی قوموں کو جہاں اسلام اور آزادی کا جذبہ پروان چڑھ رہا تھا انگریز کی عملداری سے نکال کر امریکہ کی سپردگی میں دے دیا گیا۔ یہ کیسی آزادی تھی کہ ملک ہمارا تھا مگر نظام دوسروں کا۔ پاکستان کے وجود میں آتے ہی بغداد پیکٹ، سیٹو اور سنیٹو جیسے استعماری معاہدات میں شامل کر لیا گیا۔ ہمارے مغرب زدہ حکمران مرعوب ہو کر مغرب کے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ پاکستان اپنی منزل کھو کر کسی دوسری منزل کا مسافر بن گیا، حقیقی آزادی سے محروم

رہا۔ قیام پاکستان کے مقصد کو زندہ کرنے کی تحریکیں چلیں لیکن اس دوران سوشلزم آٹپکا اس نے پھر منزل کی راہ دور کردی یہاں تک کہ ہم جہاد افغانستان کے دروازے پر آکھڑے ہوئے ہم روس سے نبرد آزما ہوئے جہاد نے ہمیں منزل کا شعور دیا اس موقع پر مغرب نے اپنے مقاصد کے لئے ہماری پشتیبانی کی۔ اس کے بعد امریکہ نے ہماری جان کے درپے' ایک تو اس نے ہماری معیشت کو پوری طرح اپنی مٹھی میں لے لیا دوسرا اس نے ہمارے خارجی معاملات پر اثر انداز ہونا شروع کردیا۔ شاید اس حقیقت کا اچھی طرح ادراک نہیں کیا گیا کہ شروع دن سے آج تک پاکستان کی وزارت خزانہ اور امور خارجہ امریکہ کے ہاتھ میں رہے ہیں۔ ماضی قریب میں تو وہ وزارت دفاع پر بھی قابض ہو گئے تھے۔

جہاد افغانستان کے بعد ہمارا قومی جوہر عمل پذیر ہوا' ایٹمی میدان میں ہم نے ترقی کی اور فوجی قوت میں اضافہ ہوا اور ہم دفاعی ضروریات میں کسی حد تک خود کفیل ہوگئے اسی دور میں جہاد کشمیر کا آغاز ہوا۔ جہاد افغانستان سے مراجعت کے ساتھ ہی امریکہ نے آنکھیں بدل لیں۔ بظاہر اس نے یہ تاثر دیا کہ ہم ہندوستان اور پاکستان کے درمیان مساوی طرز عمل اپنائیں گے لیکن ایسا نہیں تھا اب امریکہ واضح طور پر ہندوستان کی حمایت کررہا تھا اور ہمارے پر کتر دینا چاہتا تھا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ پاکستان حقیقی آزادی کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے اس نے غلامی کا پھندا مزید تنگ کرنے کا فیصلہ کیا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ امریکہ نے پاکستان کو بھارت کے سامنے جھکانے کی پالیسی اپنائی جنرل ضیاء الحق کے بعد پاکستان میں قائم ہونے والی جمہوری حکومتیں مکمل طور پر امریکہ کے تابع تھیں آج بالکل

> آج ہمارا اولین ہدف یہ ہونا چاہئے کہ ہم فوج' ایٹمی صلاحیت اور مجاہدین کو بچانے کے لئے عوام کے اعتماد کو مزید مضبوط کریں اور فوج کے درمیان مضبوط رشتہ قائم کریں۔ مجاہدین ہماری قوم کا جوہر ہیں۔

واضح ہو چکا ہے کہ محترمہ کو کون سا ایجنڈا تھمایا گیا تھا اس کے بعد نواز شریف کو جو ایجنڈا دیا گیا وہ بھی راز نہیں رہا۔

'جمہوریت' کے گیارہ برسوں کی کہانی امریکی ایجنڈے کی کہانی ہے۔ صاف نظر آتا ہے کہ امریکہ سے وفاداری اور اطاعت میں مقابلہ چل رہا تھا ہم بخوبی اندازہ کرسکتے ہیں کہ امریکی ایجنڈے کا پہلا نکتہ جہاد کو ختم کرنا تھا اس کے علاوہ ایٹمی پروگرام کی بساط لپیٹنا اور کشمیر پر اپنی مرضی کا حل مسلط کرنا تھا لیکن خوش قسمتی سے ہم نے اس عرصے کو استعمال کرکے جوہری قوت حاصل کرلی تھی جب وہ افغانستان میں پھنسے ہوئے تھے۔ دریں اثناء جہاد کشمیر شروع ہوگیا آئین کے ذریعے اسلامائزیشن کا عمل بھی شروع ہو چکا تھا اور آئین کے اندر قرارداد مقاصد بھی شامل ہوچکی تھی تاہم استعماری قوتوں نے اسلام آباد پر قابض اپنے ایجنٹوں کے ذریعے اپنا قبضہ باقی رکھا ہم اسلامی نظام کی برکات سے محروم رہے۔ امریکہ نے ہماری معیشت میں نقب زنی کی اور اپنے من پسند لوگوں کو پیسہ لوٹنے کی کھلی اجازت دے دی ملک کو قرضوں میں ڈبو دیا گیا اور سٹاک مارکیٹ کے ساتھ کھیل کھیلا گیا۔ یہ ساری سازشیں پاکستان کو ہندوستان کے تابع کرنے کے لئے کی گئیں اس کا میں اپنے مضامین میں باربار ذکر کرتا رہا ہوں۔ پاکستان کے عوام نے امریکی ایجنڈے کی باربار نفی کی اس کے باوجود امریکیوں کی مستقل مزاجی کی تعریف کرنا ہوگی کہ انہوں نے اپنے ایجنڈے میں سر مو تبدیلی نہیں لائی۔

گزشتہ ایک عشرے کے دوران ملک میں کئی حکومتیں بنیں' ہر حکومت نے حسب توفیق امریکی احکام پر عمل کرکے اسے راضی کرنے کی کوشش کی لیکن امریکی اہداف کی راہ میں عوام کی طرح ایک اور قوت بھی مزاحم تھی اور وہ پاک فوج تھی عوام پاک فوج کی پشت پر تھے۔ ایٹمی دھماکہ عوام کی حمایت سے فوج نے کرایا سیاست دانوں کو ملک اور عوام کی پرواہ نہ تھی مگر عوام اور پاک فوج کے

درمیان ایک خوبصورت رشتہ قائم ہو گیا۔ قوم کے اجتماعی ضمیر کی نمائندگی پس پردہ فوج کرتی تھی اور اس کا اظہار عوام کرتے تھے ہم نے دیکھا کہ بہت سے معاملات پر فوج اور عوام کے درمیان اعتماد کا رشتہ قائم ہو چکا تھا۔ قومی اہداف دونوں کے ایک تھے اور یہ اہداف پورے کرنے والے محبِّ وطن اور اسلام پسند تھے۔ امریکی اور ان کے پروردہ لوگ بھی یہ جانتے تھے کہ ایٹمی صلاحیت' کشمیر' افغانستان اور قومی یکجہتی جیسے معاملات پر فوج اور قوم کے اہداف ایک ہو چکے ہیں اور اس میں مدد کرنے والے اسلام پسند یعنی مجاہدین ہیں۔ اس کی عملی شکل ہم نے کارگل میں دیکھی وہاں مجاہدین اور فوجیوں کا خون ایک ساتھ بہا۔ کارگل میں فوج بے مثال جذبہ جہاد سے لڑی۔ کارگل کی لڑائی نے اسلام اور پاکستان کے دشمنوں کو خوفزدہ کر دیا کیونکہ جس طرح کارگل میں پاک فوج لڑی وہ کسی پیشہ ور فوج کا کام نہیں بلکہ یہ کام وہ کر سکتا ہے جس کے اندر روح محمد ﷺ داخل ہو گئی ہو' یہی بات تو ابلیس کو ناپسند ہے علامہ اقبال کہتے ہیں کہ شیطان کو سب سے زیادہ خوف روح محمد ﷺ سے ہے لہٰذا

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں کبھی
روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دے

ہماری مجاہد فوج امریکی ایجنڈے کی تکمیل میں مزاحم تھی اسی لئے یہ امریکیوں کی آنکھ کا کانٹا بن گئی فوج نے ملک و قوم کے قیمتی اثاثوں کی حفاظت کی تھی فوج نہ ہوتی تو ہمارے وزرائے اعظم ملک کو ایٹمی صلاحیت سے محروم کر چکے ہوتے' کشمیری جہاد چھوڑنے پر مجبور کر چکے ہوتے' چنانچہ امریکہ نے اپنی راہ کے کانٹے کو ہٹانے کے لئے فیصلہ کیا۔ طے پایا پاکستان کی فوج کو زیر دام لایا جائے یا اسے توڑ دیا جائے اسے زیر دام لانے کے لئے کشمکش چلتی رہی لیکن اس میں وہ ناکام رہے

> اب تو ایف بی آئی نے یہاں اپنا دفتر کھول لیا تھا اور وزارت داخلہ پر اپنے احکامات مسلط کرنا شروع کر دیئے تھے اور دوسرے محکموں میں بھی مداخلت شروع کر دی تھی

کیونکہ اس کی روح میں ملک اور اسلام کی وفاداری سما چکی تھی وہ فوج کی سوچ کو تبدیل نہ کر سکے جو دراصل قوم کی سوچ کی عکاس تھی اس میں ناکامی کے بعد انہوں نے فوج کو تباہ کرنے کی ٹھان لی۔ معاہدہ واشنگٹن سے اس کا آغاز ہوا اسے مکمل کرنے کے لئے بارہ اکتوبر کو تمام تیاریاں مکمل کر لی گئی تھیں اس سازش کے مقاصد یہ تھے۔

1.... فوج میں پھوٹ ڈالی جائے اور طاقت ان ہاتھوں میں دے دی جائے جو طالبان سے ٹکرانے کے لئے تیار ہوں اس کے لئے ملک میں دہشت گردی کا جواز پیش کیا جائے آج اس دہشت گردی کا نام و نشان نہیں رہا اسی طرح کارگل کے دنوں میں بھی یہ دہشت گردی غائب ہو گئی تھی طالبان پر 'دہشت گردی' ختم کرنے کے لئے دباؤ اور اسامہ بن لادن کی گرفتاری کے لئے بھی زور ڈالا گیا یہ اسی سازش کی کڑیاں تھیں۔

اس ضمن میں امریکہ اور واجپائی کے بیانات میں واضح مماثلت پیدا ہو گئی تھی مجاہدین اور فوج کو لڑا کر جہاد ختم کیا جائے۔

2..... فوج کی قوت اور تعداد کم کر کے کشمیر پر اس کا موقف تبدیل کیا جائے یہ کام آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے ذریعے بھی کرائے جانے کی کوشش کی گئی۔ اعلان لاہور نے فوج میں بے چینی پیدا کی تھی اور یہ تاثر پیدا ہوا کہ کشمیر ہاتھ سے نکل رہا ہے اسی کی وجہ سے کارگل کا میدان جہاد سجایا گیا اب رازوں سے پردے اٹھ رہے ہیں اور دشمن کے اہداف بھی واضح دکھائی دینے لگے ہیں۔

3..... فوج کو کمزور کرنے کے بعد ایٹمی صلاحیت پر کنٹرول حاصل کرنا آسان ہو جاتا اس کے ساتھ ہی پاکستان پر بھارت کی بالادستی اور کشمیر کا من مانا حل مسلط کرنا بھی ممکن ہو جاتا پاکستان کے تمام اہم اداروں کو موم کی ناک بنانے کے بعد فوج کو بھی غلامی کا خوگر بنا لیا جاتا تو باقی کیا رہتا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک بار پھر مکمل تباہی سے بچا لیا یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ فوج بچ گئی ہے اور فوج کے بچنے سے ہمارا ملک بچ گیا۔ آج ہمارا اولین ہدف یہ ہونا چاہیے

کہ ہم فوج 'ایٹمی صلاحیت اور مجاہدین کو بچانے کے لئے عوام کے اعتماد کو مزید مضبوط کریں اور فوج اور مجاہدین کے درمیان مضبوط رشتہ قائم کریں۔ مجاہدین ہماری قوم کا جوہر ہیں۔ یہ امت کے خوبصورت پھول ہیں اگر یہ رشتہ مضبوط رہا تو آئندہ دو تین برس میں ہم تمام مشکلات پر قابو پالیں گے۔ امریکی زیادہ سے زیادہ معاشی بلیک میلنگ کرسکتے ہیں یا پھر تنہا چھوڑنے کی دھمکی دے سکتے ہیں۔ کاش وہ ہمیں تنہا چھوڑ دیں اگر ایسا ہو تو پھر ہم آزادی کے راستے پر چل نکلیں گے وہ ہمیں تنہا چھوڑنے کی غلطی نہیں کرسکتے۔ کہاں تو کل تک یہ دھمکی دی جارہی تھی کہ فوج غیر آئینی طریقے سے حکومت تبدیل نہ کرے اور کہاں آج فوجی حکومت سے تعلقات بڑھانے کے درپے ہیں انہوں نے ایک دم پینترا بدل لیا ہے پرانے شکاری نیا جال لے آئے ہیں۔ فوجی قیادت اگر ان کی مرضی کے مطابق 'سٹیٹس کو' کو باقی رکھتی ہے تو جمہوریت کو بھلا کر اسے گلے لگانے کی کوشش کریں گے اس کے اندر گھس کر توڑنے کی کوشش کریں گے وہ اس فوج کو کبھی معاف نہیں کریں گے جس نے ان کے ارادوں کو خاک میں ملادیا اور جس کے پیچھے قوم متحد ہوگئی ہے۔

ہمارا اصل مسئلہ آج بھی آزادی ہے

ماضی میں ہم نے مختلف نام نہاد جمہوریتیں دیکھیں۔ انہوں نے نہ صرف 'کشمیر' 'افغانستان' دفاعی اہمیت اور ایٹمی صلاحیت سے دست برداری قبول کی بلکہ غیر ملکی قرضوں کے عوض آزادی بھی گروی رکھ دی اب تو ایف بی آئی نے یہاں اپنا دفتر کھول لیا تھا اور وزارت داخلہ پر اپنے احکامات مسلط کرنا شروع کر دیئے تھے اور دوسرے محکموں میں بھی مداخلت شروع ہوگئی تھی مگر ان حالات میں فوج اور عوام نے مل کر آزادی کے تحفظ کے لئے بے مثال کارروائی کی اور اپنے اوپر 'پنجابی فوج' ہونے کا داغ بھی دھوڈالا یہ بہت

> امریکی اور اس کے پروردہ لوگ بھی یہ جانتے تھے کہ ایٹمی صلاحیت 'کشمیر' افغانستان اور قومی یکجہتی جیسے معاملات پر فوج اور قوم کے اہداف ایک ہوچکے ہیں اور اس میں مدد کرنیوالے اسلام پسند ہیں

بڑی کامیابی ہے۔ قومی امنگوں اور ہر دلعزیز پاک فوج کے اس حسین امتزاج میں بڑی توانائی ہے اس پس منظر میں سوال یہ ہے' کیا ہم آزادی حاصل کرپائیں گے یا پہلے کی طرح امریکہ کے اشاروں پر کام کرتے رہیں گے اور ان ہی کی جھولی میں دوبارہ جاگریں گے۔۔۔؟ یہ بہت بڑا چیلنج ہے۔ دوسرا چیلنج یہ ہے کہ عوام اور فوج کا رشتہ برقرار رہے گا۔ اس بات کا خطرہ موجود ہے کہ فوج اور عوام کے مل جانے کے باوجود امریکہ درمیان میں کود جائے۔ ہم امریکہ سے بگاڑ نہیں چاہتے لیکن اس ایجنڈے پر چلنا ہمارے قومی مفاد اور ملی وقار کے منافی ہے۔ امریکہ کو خوش کرنا ہماری حکمت عملی نہیں ہونی چاہئے' اس لئے کہ وہ پتھر کا صنم ہے جس کی نصف صدی تک پوجا کر کے بھی ہمارے ہاتھ کچھ نہیں آیا۔

قومی یکجہتی باقی رہی تو انشاءاللہ ہماری کشتی بھنور سے نکل آئے گی ہماری قوم نے حال ہی میں چار مواقع پر زبردست یکجہتی کا اظہار کیا ہے۔ نومبر ۱۹۹۶ء میں بے نظیر کے جانے کے بعد ساری قوم احتساب پر یکسو ہوگئی تھی دوبارہ ۱۹۹۸ء میں ایٹمی دھماکے پر پوری قوم یک جان تھی پھر کارگل پر پوری قوم یکسو اور یک آواز تھی لیکن ان تینوں مواقع پر قوم کے جذبوں کو زخمی کیا گیا۔

آج ایک بار پھر قوم فوج کے ساتھ شانہ ملائے کھڑی ہے اور نعرہ لگارہی ہے قدم بڑھاؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ آج بھی پہلا مطالبہ احتساب ہے لیکن احتساب اسی وقت ہو سکتا ہے جب ہم پوری طرح آزاد ہوں۔ آزادی کا راستہ اپنانا ہے تو اللہ پر پختہ یقین اور عوام پر اعتماد بڑھانا ہوگا ہمیں آئینی موشگافیوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں بلکہ وہ کچھ کر گزرنا چاہئے جو قوم کا متفقہ مطالبہ ہے لیکن میں ایک بار پھر یہی کہوں گا کہ مکمل آزادی کے بغیر کوئی احتساب ممکن ہے نہ انقلاب ۔۔۔ غلاموں کی نہ کوئی جمہوریت ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی مارشل لاء

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

نفاذِ اسلام اور غزوۃ الہند

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

بمقام دارالعرفان

مورخہ 98-5-29

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قل للذین کافروا ان ینتھو یغفر لھم ماقد سلف و ان یعودو افقد مضت سنت الاولین O و قاتلوھم حتی لاتکون فتنه و یکون الدین کله لله فان انتھو فان الله بما یعملون بصیرہ O وان تولو فاعلمو ان الله مولکم نعم المولی و نعم النصیر O (الانفال ۳۸-۴۰)

عزیزان گرامی سورۃ انفال کی اڑتیس انتالیس اور چالیس نمبر تین آیات مبارکہ تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔

وطن عزیز کی موجودہ صورت حال پر کتاب اللہ کی روشنی میں جو بات کی جا سکتی ہے بنیادی طور پر وہ یہ ہے کہ اسلام کسی بھی فرد بشر کا مخالف نہیں ہے۔ اسلام سلامتی کا مذہب ہے' اسلام محبت کا مذہب ہے' اسلام ہر شے کے لئے اللہ کی رحمت کا سبب ہے' ہر فرد کے لئے اللہ کی رحمت کا سبب ہے اور جو چیز سلامتی کو بردو باد کرنے والی ہو اس چیز کو اس سے پہلے کہ سلامتی کو خراب کرے ختم کر دیا جائے۔ رحمت کا تقاضا یہ بھی ہوتا ہے کہ اس کے مقابلے میں جو زحمت ہے' مصیبت ہے پریشانی ہے' اس کا تدارک کیا جائے' یہ رخ بھی رحمت کا ہے اس لئے اسلام نے جنگ کا فلسفہ ہی ختم کر دیا۔ جنگ ہوتی تھی مخالف کو کچلنے کے لئے' اس کے وسائل تباہ کرنے کے لئے' اسے اپنے سے کمزور کرنے کے لئے اپنا غلام بنانے کے لئے۔ اسلام نے جنگ ختم کر کے جہاد کا فلسفہ دیا اور جہاد یہ ہے کہ ظلم کو ختم کیا جائے' زیادتی کو ختم کیا جائے خواہ وہ کسی کے خلاف ہو رہی ہو' ظلم خواہ کافر پر بھی ہو رہا ہو تو ظلم کو روکا جائے اور خدانخواستہ اگر کوئی مسلمان ظلم کرنے پہ آ جائے تو اسے بھی روکا جائے یعنی ظلم کو روکا جائے خواہ اس کے کرنے والا کوئی بھی ہو اور یہ دین کا اتنا اہم شعبہ ہے کہ ظلم ختم کرنے کے لئے خود رسول اللہ ﷺ جو سراپا رحمت الہٰی تھے نے دو دو زرہیں زیب تن فرمائیں اور شمشیر بکف ہو کر میدان جہاد میں کودے ظلم کو روکنے کے لئے اگر یہ جہاد انسانوں کے خلاف ہوتا تو بات کا انداز اس طرح نہ ہوتا یہاں ارشاد ہو رہا ہے اپنے حبیب ﷺ سے اور آپ ﷺ کے حوالے سے قیامت تک ہر اس فرد کے لئے جو دین کے پلیٹ فارم سے بات کرتا ہے۔

قل للذین کفروا کہہ دیجئے کافروں کو کہ ذرا وسیع الظرفی اور اللہ کے حکم کا اندازہ فرمایئے' فرماتا ہے' کہہ دیجئے کافروں سے! ان ینتھوا یغفر لھم ما قد سلف ج جو بھی کر چکے ہو آج توبہ کر لو آج باز آ جاؤ' آج اسلام قبول کر لو' جتنا ظلم کر چکے ہو میں معاف کر دوں گا اور اگر اسلام قبول نہیں کرتے تو ظلم کرنے سے رک جاؤ' تمہارے خلاف جہاد نہیں کیا جائے گا۔ اگر اسلام قبول کرتے ہیں تو جو ہو چکا ہے سارا معاف ہو جائے گا اور اس سے زیادہ کوئی تصور ہے وسیع الظرفی کا کہ ایک شخص نے ہزارہا ظلم کئے ہوں' ساری زندگی ظلم کرتا رہا ہو' سینکڑوں قتل کئے' لاکھوں ڈاکے مارے شراب نوشیاں کیں' ظلم کئے' جور و ستم کئے' فرمایا! اب توبہ کر کے میرے دروازے پہ آ جاؤ۔ آج میری عظمت کا اقرار کر لو' نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دامن کو تھام لو۔

یغفر لھم ما قد سلف تم سب کا جو کچھ تم آج سے پہلے کر چکے ہو سارا معاف کر دیں گے۔ و ان یعودوا اور اگر تم باز نہ آئے اگر تم ظلم پر مصر رہے۔ فقد مضت سنت الاولین تو پہلے کافروں کا جو حشر ہوا ہے وہ دیکھ لو

تاریخ میں موجود ہے پہلے کفار کی تاریخ پہ نظر کر لو یقیناً تمہارا حشر بھی وہی ہو گا۔ یہاں بات ختم کر کے خطاب ہوتا ہے مومن سے ارشاد ہوتا ہے و قاتلو ھم ان سے قتال کرو یہ جو بڑے نرم نرم معانی پہناتے ہیں نا ہمارے دوست علمائے کرام بالخصوص ہمارے تبلیغی جماعت کے دوست' وہ جی! بات سے جہاد کیا جائے' بات سے محنت کی جائے' ان سے کہئے یہ قاتلوں ھم کا ترجمہ کیا ہو گا۔ وہ علیم خبیر جانتا تھا کہ ایسے لوگ بھی آئیں گے جو جہاد کو کبھی زبانی بات کا جامہ پہنائیں گے کبھی اسے قلمی جہاد کہیں گے اس کریم نے یہاں جاھدو ھم نہیں فرمایا مطلب ایک ہی ہوتا ہے اگر فرماتا و جاھدوھم ان سے جہاد کرو فرمایا نہیں و قاتلو قتال کرو ان سے اور قتال کیا ہوتا ہے قران اس کی خود تفسیر فرماتا ہے۔

وقاتلوں وقتلوا۔ جب یہ حکم ملا نبی علیہ السلام کے پروانوں کو و قاتلوں او قتلوا۔ انہوں نے قتل کیا بھی کافروں کو اور خود راہ حق میں قتل ہوئے بھی اسے قتال کہتے ہیں فرمایا و قاتلوھم قتال کرو کفار سے۔ کب تک؟ دو مہینے' چار مہینے' سال' دس سال' ہزار سال' فرمایا! حتی لا تکون فتنه و یکون الدین کله لله جب تک روئے زمین پر' کسی جگہ' کوئی کفر موجود ہو' تب تک تم پر قتال فرض ہے' تب تک قتال کرتے رہو۔ حتی لا تکون فتنه حتیٰ کہ فتنہ ختم ہو جائے و یکون الدین کله لله اور روئے زمین پر اللہ کی حکمرانی ہو جائے' عدل اسلامی قائم ہو جائے' ظلم ختم ہو جائے۔ فان انتھو۔ اور اگر کافر ظلم سے باز آ جائیں فان الله بما یعملون بصیرO تو ان سے درگزر کرو۔ پھر جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ دیکھ رہا ہے۔ یعنی اگر وہ منافقت کرتے ہیں زبانی کہتے ہیں کہ جی ہم باز آئے اور باز نہیں آتے تو اللہ انہیں اس کی سزا دے گا۔

وان تولو۔ اور اگر کافر تم سے دوستی توڑلیں وان تولوا اگر کافر تم سے دوستی توڑلیں فاعلموا تو یہ بات جان لو۔ ان الله مولکم تمہارا مولا اللہ ہے تم کافروں کے محتاج نہیں ہو تمہارا دوست تمہارا مددگار تمہارا مالک اللہ ہے۔ نعم المولی و نعم النصیر کیا خوب مولا ہے اور خوب مددگار ہے جس کا کوئی ثانی کوئی ہم سر کوئی شریک نہیں' جس جیسا کوئی اور نہیں۔

حضرات گرامی! آج امریکہ نے اعلان فرمایا ہے کہ ہم نے پاکستان سے دوستی ختم کر لی۔ ہم پاکستان پر اقتصادی پابندیاں عائد کرتے ہیں۔ الحمدللہ! شکر ہے کوئی پہلو تو منافقت کا ختم ہوا اور کسی طرف سے تو ہم مسلمان ثابت ہوئے' اس پر جتنا اللہ کا شکر ادا کیا جائے یہ تو پچاس سالہ کفر ٹوٹا۔ جنگ عظیم دوم میں جب جنگ ختم ہوئی تو ان فاتحین کے درمیان جو معاہدے ہوئے' اتحادیوں کے درمیان یہ امریکہ برطانیہ وغیرہ جو تھے انہیں اتحادی کہتے تھے' جرمنی اور جاپان کو محوری کہتے تھے کیونکہ وہ دنیا کے دوسروں پر تھے' انہیں محوری طاقتیں کہا جاتا تھا جنگ عظیم میں اتحادیوں نی مفتوحہ علاقوں کے وسائل آپس میں بانٹے تھے پاکستان اور برصغیر کے مفادات امریکہ نے لینے تھے' یہ معاہدہ تھا ان میں لہٰذا برطانیہ یہاں سے چلا گیا اور یہاں امریکی مسلط ہو گئے۔ الحمدللہ کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے۔ بہت خوبصورت بات ہے۔ اگر امریکہ نے پاکستان سے دوستی توڑ لی ہو۔

وان تولوا اگر یہ تم سے الگ ہو جائیں فاعلموا یہ بات جان لو ان الله مولکم اللہ تمہارا مولا ہے۔ احد میں نعرہ لگایا تھا مشرکین مکہ نے لنا عزی ولا عزی لکم مسلمانو! ہمارے ساتھ عزیٰ ہے اور تمہارے پاس تو کوئی عزیٰ نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا انہیں جواب دو۔ لنا مولا ولا مولا لکم ہمارا تو اللہ ہے تمہارے پاس تو اللہ نہیں ہے۔ وہی بات یہاں قرآن دہرا رہا ہے۔ اگر کافر تم سے و ان تولوا کنارہ کش ہو جائیں فاعلموا یہ بات اچھی طرح جان لو ان الله مولکم بے شک 'یقیناً اللہ تمہارا مولا ہے اور کیا خوب مولا ہے اور کیا بے مثال مددگار ہے۔

حضرات گرامی! ہمیں کسی فرد سے اختلاف نہیں ہے بحیثیت تنظیم الاخوان ہم نے جلسے بھی کئے' جلوس بھی نکالے اور آل پارٹیز کانفرنس میں مطالبہ بھی کیا کہ حکومت دھماکہ کرے اور حکومت کو کرنا چاہئے تھا اور الحمدللہ حکومت نے پانچ دھماکے کل کئے اور ہندوستان سے طاقت

ور ترین دھماکے کئے۔ اب کافر کا انصاف دیکھو! ہندوستان پر پابندیاں نہیں لگیں' پاکستان پر آج ہی لگ گئیں الحمد للہ پاکستان کی یہ شناخت ہوئی کہ یہ مسلمان ہے۔ اب حکومت کو چاہیے میں نے اپنے کل کے بیان میں بھی یہ بات کہی اخبار میں بھی آئی کہ اب حکومت کو چاہئے کہ امریکہ تو روٹھ ہی گیا جس سے ڈرتے تھے اب نفاذ اسلام کا بم بھی چلا دو۔ امریکہ کے ڈر سے ہی نافذ نہیں کر رہے تھے یا حکمرانوں کو ڈر تھا کہ ان کا مال جو ہے وہ اسلام ان سے لے کر غریبوں کو بانٹے گا ارے ظالمو! تمہارا سارا مال امریکہ کھا گیا اب جتنے ڈالر ملک سے باہر تھے کسی کو ایک پائی نہیں ملے گی۔ جب تک دوبارہ پابندیاں ختم نہیں ہوتیں۔ ظالمو تم نے قوم کو لوٹا' غریبوں کو لوٹا' بے کسوں کو لوٹا' بیماروں کو لوٹا' اور بے نواؤں کو لوٹا' بیوہ عورتوں کے حصے کی زکواۃ خیرات تک لوٹ کر لے گئے اور تم نے پیسے وہاں جا جمع کرائے مگرمچھ کے پیٹ میں' آج مگرمچھ نے اپنا جبڑا بند کر لیا ہے۔ اور مجھے خوشی ہے کہ تم لوٹ لوٹ کر جس پیسے پہ خوش تھے ہمارے کام سے پہلے گیا تھا الحمد للہ اب تمہارے کام سے بھی گیا۔ اب توبہ کرلو راضی کرلو اب اللہ کے حبیب ﷺ کو راضی کرلو اور اب دھماکہ کر دو کہ ہم اسلام نافذ کرتے ہیں۔ معیشت کو اسلامی کرو' بھوک نہیں آئے گی۔ کسی امریکی امداد کی ضرورت نہیں ہے' کسی باہر کے سرمائے کی ضرورت نہیں ہے' معیشت کو آج اسلامی کر دو خوشحالی آ جائے گی۔

عدالت کو' عدلیہ کو کلمہ پڑھاؤ' ختنے کرواس کے' مسلمان کرو اسے' اس کا طریقہ شہادت اسلامی بناؤ' طریقہ عدالت اسلامی بناؤ' شریعت کے مطابق ہر مجرم کو سزا دو اور ہر شریف آدمی کو احترام دو تعلیم کو اسلامائیز کرو' ملک کا ہر بچہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اس کی تعلیم کا اہتمام کرے۔ ہر بچے کو مساوی حقوق دے جائیں۔ بڑے بڑے ادارے جو امیروں کے لئے ہیں یہ ختم کرو' پورے ملک میں نظام تعلیم رائج کرو۔ ایک نصاب تعلیم رائج کرو۔ اگر تمہاری قسمت میں یہ دھماکہ بھی ہے تو نور علی نور اور اگر نفاذ شریعت کا دھماکہ نہیں کرتی تو ایٹم بم چلا کر تم نے کوئی کمال نہیں کیا۔ ایٹمی دھماکہ تو تم سے ہندوؤں نے دبا کر کرا لیا۔ شاید ملکی احتجاج پر تم نہ کرتے ہندوؤں کی دھمکیوں نے اور انہوں نے جو کشمیر کے بارڈر پر فوج لگا دی اس نے حکومت کو مجبور کر دیا کہ اب یہ بھی ایٹمی دھماکہ کرے اور بتائے کہ ہمارے پاس ایٹم بم ہے اگر لڑو گے تو ہم ایٹمی اسلحہ استعمال کریں گے۔ تو یہ تو پڑوسیوں نے آپ سے بم چلوا لیا۔ احسان نہیں کیا کسی پر آپ نے۔ نہ اللہ پر نہ رسول ﷺ پر نہ قوم پر نہ ملک پر۔ اب ایسا کرو اللہ سے توفیق طلب کرو اور اس ملک پر ایک احسان کر دو' اس پر اسلام نافذ کر دو۔ اس قوم پر ایک احسان کر دو اسے نفاذ اسلام کی نوید سنا دو۔ یاد رکھو! جس مقابلے سے یا جس جنگ سے تم ڈرتے ہو یا کتراتے ہو وہ جنگ ہوگی' مسلمانوں اور ہندوؤں کی جنگ ہوگی

اور مثالی جنگ ہوگی۔ معمولی جنگ نہیں ہوگی۔ 65ء کی طرح گیارہ دن کی جنگ نہیں ہوگی اور سولہ سترہ دن کی جنگ بھی اکتہر کی طرح نہیں ہوگی۔ ایک جنگ ہوگی جسے جنگ کہتے ہیں' ایسی جنگ ہوگی جو تاریخ عالم کا حصہ بنے گی ان شاء اللہ العزیز مسلمان فتح پائیں گے' اسلام فاتح ہو گا اور پھر سے پورے برصغیر پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہوگا۔ زیادہ دیر تک دہلی کے لال قلعہ میں ہندوؤں کی پارلیمنٹ نہیں بیٹھے گی۔ ان شاء اللہ۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشادات موجود ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے بدر کے بعد ارشاد فرمایا تھا کہ جن لوگوں نے بدر میں شرکت کی ہے ان پر جنت واجب ہو گئی ہے۔ خواہ بھی کچھ بھی کریں۔ پھر فرمایا میری امت کا وہ طبقہ وہ فوج' وہ جنگی جماعت جو قسطنطنیہ پر اسلامی فتح کا پرچم لہرائے گی وہ بغیر حساب جنت میں داخل ہوگی۔ عہد خلافت سے لیکر سلطان محمد فاتح کے فتح قسطنطنیہ تک ہر خلیفہ اسلام نے اس پر یلغار کی لیکن وہ سلطان محمد فاتح اور اس اہل لشکر کی قسمت میں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس جماعت پر دوزخ حرام ہوگی اور وہ بغیر حساب جنت میں جائے گی۔

میں آپ کو اپنے نبی ﷺ کا ارشاد سناتا ہوں اس جماعت کے لئے جو جہاد ہندوستان میں حصہ لے گی عن ثوبان مولی رسول اللہ ﷺ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ 'نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام' ارشاد فرماتے ہیں قال رسول اللہ ﷺ فرمایا محمد

ﷺ نے ابھی میری امت کی دو اور جماعتیں ایسی ہیں دو اور طبقے ابھی ایسے ہیں جن پر اللہ نے دوزخ حرام کر دی ہے جنہیں اللہ دوزخ سے بچا لے گا ایک جماعت وہ ہے جو سرزمین ہند میں جہاد کرے گی۔ اور میری امت کی ایک جماعت جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے ان کے ساتھ مل کر جہاد کرے گی یہ دو اور جماعتیں ہیں جو بہت بعد میں پیدا ہوں گی۔ جو لوگ بہت بعد میں دنیا میں آئیں گے جنہوں نے عہد نبوی نہیں دیکھا ہو گا لیکن وہ فضیلت پا لیں گے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بدر میں پائی تھی۔ بدر میں ارشاد فرمایا تھا کہ ان پر دوزخ حرام ہے اور جنت ان پر واجب ہے۔ آج اگر کسی کو حرمت دوزخ کی نوید ملتی ہے' جنت کی نوید اور خوشخبری ملتی ہے تو اس نے وہ انعام پایا جو اہل بدر نے بدر میں پایا۔

حضرات! ہند پر تو عہد صحابہ میں بھی لوگ آئے اور پھر تابعین کے زمانے میں محمد بن قاسم ؒ آئے سارا ہندوستان فتح ہوا لیکن یاد رکھو اس کے بعد پھر صرف ایک جہاد ہو گا جو پرف عیسیٰ علیہ السلام کریں گے اور امام مہدی ہو گا اس زمانے میں۔ اس اعتبار سے یہ آج کا جہاد ہے جو عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے ایک دفعہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے ہو گا اور اس کی اہمیت دیکھئے دوسری حدیث میں حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ہم سے ہندوستان کے جہاد پر وعدہ لیا۔ وعدنا رسول اللہ ﷺ غزوہ الہند۔ ہم سے نبی کریم ﷺ نے غزوہ ہند کا وعدہ لیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اگر میں اسے پا لوں میں اپنا سارا مال بھی اس جہاد میں لگا دوں۔ میں اپنی جان بھی اس جہاد میں لگا دوں اور اگر میں اس جہاد میں قتل ہو جاؤں تو میں سب سے افضل شہید جو ہوں گے ان کی صف میں شامل کیا جاؤں گا۔ اور اگر اس جہاد میں میں زندہ بچا تو لوگ کہیں گے کہ یہ ابو ہریرہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے آزاد کر دیا۔

حضرات گرامی! آپ کا کیا خیال ہے ہندوستان میں جہاد نہیں ہو گا؟ ہندوستان میں جہاد ہو گا ان شاء اللہ اور مثالی جہاد ہو گا۔ اور کتنے خوش نصیب ہوں گے وہ لوگ جن کا مال اس میں کام آئے گا' جن کی جان اس میں کام آئے گی' جو جہاد میں حصہ لے کر فتح یاب ہو کر لوٹیں گے۔

مجھے یاد ہے 1972ء کی شروع شروع کی دہائی تھی۔ حضرت ؒ کے گھر ساتھیوں کی مختصر سی جماعت حاضر تھی حضرت رحمتہ اللہ علیہ اندر سے تشریف لائے۔ چائے کے بعد تشریف لاتے رونق افروز ہوتے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے جماعت کے بارے میں کچھ باتیں ارشاد فرمائیں اور پھر اچانک فرمانے لگے' ایک غیر متعلقہ بات فرمانے لگے' ہندوستان کے ساتھ جہاد ہو گا اور دہلی پر جو شخص فتح کا جھنڈا گاڑے گا وہ جرنیل بھی ہو گا اور ہماری جماعت کا بھی ہو گا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اسے اس قدر مسرت ہو گی کہ وہ خوشی سے مر جائے گا۔ آپ ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں اس بات کو دیکھئے جو حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے بہتر میں یا اکہتر میں فرمائی اب اٹھانوے میں آکر پتہ چل رہا ہے کہ ایسا ہو گا۔

حضرات گرامی! ہم اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتے ہیں من حیث الجماعت سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ بھی' تنظیم الاخوان بھی کہ اللہ کریم نے ہماری موجودہ حکومت کو یہ توفیق عطا کی کہ بہت اچھا فیصلہ کیا اس نے اگر اب امریکہ پابندیاں لگاتا ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ غریب تو پہلے ہی خالی پیٹ سوتا ہے خالی پیٹ اٹھتا ہے اگر فرق پڑے گا تو ان کو جو یہاں سے دولت لوٹ کر ڈالروں میں جمع کرواتے رہے اور اچھا ہوا غریب کے منہ سے چھینا ہوا نوالہ تمہارے ہاتھ سے بھی کتے نے چھین لیا۔ بہت اچھا ہوا اس کا کوئی افسوس نہیں ہے۔ اس لئے بھی افسوس نہیں ہے کہ حکومت کا واپس لانے کا کوئی ارادہ بھی نہیں تھا اور حکومتی ارکان کا سرمایہ وہاں بھی بہت تھا چلو اچھا ہوا حکومت کا بھی اور اپوزیشن کا بھی سب ایک ہی راستے گیا مال حرام بود بجائے حرام رفت۔ لوٹا ہوا مال تھا ڈاکوؤں نے اسے آگے لوٹ لیا حرام کا مال تھا حرام پر چلا گیا۔ لیکن اب چاہئے کہ حاکمان وقت اللہ سے توبہ کریں اور اس ملک پر نفاذ اسلام کا اعلان بھی کر دیں تاکہ سارا کام مکمل ہو جائے۔ ہماری منزل نفاذ اسلام ہے اگر حکومت اسلام نافذ کر دے تو ہمارا ایک

ایک بچہ قربانی دے گا مدد کرے گا ہم جس قابل ہوں گے علمی عملی مالی جانی اعتبار سے پورا تعاون کریں گے نفاذ اسلام کی راہ میں لیکن ہم یہ بھی بتا دیں کہ اگر حکومت اسلام نافذ نہیں کرے گی تو دھماکوں کا مطالبہ دوسری جماعتوں کا تھا ہمارا مطالبہ صرف ایٹمی دھماکے کا نہیں تھا ہمارے دو مطالبے تھے ایٹمی دھماکہ کیا جائے اور ملک پر اسلام نافذ کیا جائے آپ نے ایٹمی دھماکہ کر دیا بہت اچھا ہوا ہماری تحریک نفاذ اسلام پہلے سے بھی زیادہ پر جوش ہو کر کام کرے گی اور اس بات میں کوئی چھپانے کی بات نہیں ہے۔ حکمران اسلام نافذ کر دیں ہم ان کے خادم ہیں' ان کے ساتھ ہیں اگر وہ اسلام نافذ نہیں کریں گے تو وقت آ رہا ہے کہ لوگ انہیں ٹانگوں سے پکڑ کر' اٹھا کر ایوان سلطنت سے باہر پھینک دیں گے۔ تو اس بات سے کوئی ناراض ہو یا راضی رہے' یہ بات کسی کو پسند آئے یا نہ آئے' یہ الاخوان کا ماٹو ہے۔ انشاء اللہ العزیز اس ملک میں اسلام نافذ ہو گا اور نفاذ اسلام کے بعد اس کا جہاد ہو گا کفار کے ساتھ اور وہ جہاد ہو گا جس کے لئے نبی علیہ الصلواۃ والسلام نے صحابہ سے وعدہ لیا تھا اور یہ وہ جہاد ہو گا جس کا انعام نبی کریم ﷺ نے اللہ کی وہ رحمت فرمائی جو صحابہ کرام ؓ کو بدر میں حاصل ہوئی۔

صلائے عام ہے یاران نقطہ داں کے لئے۔ جنہیں اللہ نے فکر و شعور بخشا ہے اس کے لئے موقع ہے آگے بڑھے اور اس جہاد میں جان و مال سے شریک ہو کر اللہ کی رحمتوں سے جھولیاں بھر لیں۔ خوش نصیب ہیں وہ مائیں جن کے بیٹے شریک ہوں گے' خوش نصیب ہیں وہ بہنیں جن کے بھائی شریک ہوں گے' خوش نصیب ہیں وہ بیویاں جن کے شوہر شریک ہوں گے' خوش نصیب ہے وہ اولاد جن کے والدین شریک ہوں گے اور خوش نصیب ہیں وہ والدین جن کی اولاد کو یہ سعادت نصیب ہو گی۔ جب اللہ کی معیت نصیب ہو کافروں کے ساتھ سے کٹ جانا یہ انعام الٰہی ہوتا ہے۔

مجھے امریکہ کی ناراضگی پر بے حد مسرت ہے۔ الحمدللہ یہ زمانہ بھی آیا یہ وقت بھی دکھایا رب کریم نے اور انشاء اللہ اب دن بدن کفر کے مقابلے میں یہ قوم اللہ کے نزدیک ہوتی چلی جائے گی اور انشاء اللہ وہ وقت قریب ہے جب اس ملک پر اسلام نافذ ہو گا اور یہ ملک برصغیر کو فتح کرے گا۔ جہاد ہو گا' بڑے بڑے نامور اپنا نام روشن کریں گے' اپنے دین کا نام روشن کریں گے اور یہ بنیاد بنے گا روئے زمین پر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی۔

و قاتلو ھم حتی لاتکون فتنه ویکون الدین کله لله انشاء اللہ پھر سے ڈوبتا ہوا سورج مغرب کی اذانیں سنے گا تو ابھرتا ہوا سورج بھی لوگوں کو وضو کرتے ہوئے پائے گا۔

نظم مسلسل

(عبیر ابوذری مرحوم کی یاد میں)

ہوتا ہے میرے دیس میں ہر کام مسلسل
ڈوبا ہے اگر دن تو ہوئی شام مسلسل
دیتا ہے موذن بھی یہاں پانچ اذانیں
ویران ہیں مساجد کے در و بام مسلسل
کہتے ہیں کہ ملتی نہیں انگور کی بیٹی
رندوں کو تو ملتے ہیں مگر جام مسلسل
جاگیر ہے دولت ہے مگر بجلی کی چوری
ارکان اسمبلی پہ ہیں الزام مسلسل
اب شہر خاموشاں پہ بھی قابض ہیں وڈیرے
کرتے ہیں وہ قبروں کو بھی نیلام مسلسل
پولیس کے تھانے جو کروڑوں میں خریدیں
رشوت بھی وہ لیتے ہیں سرعام مسلسل
محفوظ ہے چادر نہ یہاں چار دیواری
قانون حکومت کے ہیں ناکام مسلسل
جس ملک کی تقدیر کے مالک ہوں وڈیرے
رہتے ہیں اندھیروں میں وہ عوام مسلسل
دو وقت کی روٹی بھی میسر نہ تھی جن کو
پھرتے ہیں پجارو میں وہ گلفام مسلسل
جوئے میں ملوث ہیں کرکٹر بھی ہمارے
کرتے ہیں جو ہر بال کو نیلام مسلسل
علماء ہیں کہ آپس میں ہی لڑتے ہیں ہمیشہ
اسلام کا لیتے ہیں وہ بس نام مسلسل
اس ملک میں نافذ وہ شریعت نہیں کرتے
سنتے ہیں کلنٹن کا جو پیغام مسلسل
یہ گردش دوراں بھی گزر جائے گی انور
رہتے ہیں کہاں ظلم کے ایام مسلسل

انور عابد بٹ' سرائے عالمگیر

عبدالرقیب کے نام

الاخوان کے ہر کارکن کے لئے امیر محمد اکرم اعوان کا ایک کھلا خط

دارالعرفان

یکم رجب 1418ھ

پیارے بیٹے عبدالرقیب' السلام علیکم !

آج تمہارے سینے پر مہر نبوت والا بیج سجا ہوا دیکھا تو دل میں ایک بار پھر اس دعا کی بازگشت سنائی دی جو تمہاری ولادت کی اطلاع ملنے پر بے اختیار دل سے نکلی تھی "یا اللہ اسے اپنے دین کے لئے شرف قبولیت بخش! اسے وہ قوت عطا فرما جو امت مرحومہ کی تقویت اور سر بلندی کا باعث ہو۔ اس کی صلاحیتیں نفاذ شریعت کے کام آئیں اور ہیبت سے کفر لرزہ براندام ہو"

الاخوان کا یہ سبز پرچم' اس پہ دنیا کا نقشہ اور مہر نبوت کی چھاپ! تمہیں معلوم ہے اس پرچم کو دیکھ کر دنیا بھر کا کفر تلملا اٹھا ہے۔ آخر کیوں؟ آج سے چودہ صدیاں قبل اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ نے اس دور کی سپر پاورز کے نام ایک فرمان جاری فرمایا تھا۔ جس پر یہی مہر نبوت ثبت تھی۔ کفر کی دنیا میں یہ مہر جہاں جہاں پہنچی' تخت و تاج شاہی اور ایوان اقتدار زمین بوس ہوئے۔ کفر خوب جانتا ہے کہ یہ مہر غلبہ اسلام کی نوید اور فتح اس کا مقدر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مہر نبوت والے پرچم کو دیکھ کر کفر ایک بار پھر پریشان ہے۔ امریکہ' روس' یہود و ہنود' سبھی اس بات پر فکر مند ہیں کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کو کس طرح روکا جائے؟ جب دنیائے کفر' احیائے اسلام کو کھلی آنکھوں دیکھ رہی ہے تو ہماری صفوں میں بے یقینی کیوں ہو؟ لازم ہے کہ الاخوان کا ہر کارکن غلبہ اسلام کو اتنا ہی یقینی سمجھے' جس طرح شب تاریک کے بعد طلوع آفتاب! غیر متزلزل یقین و اعتماد تمہارا سرمایہ حیات ہے۔ اور ابلیس اسی سرمایہ کے درپے ہے۔ اپنے دشمن سے خبردار رہو!!

محمد رسول اللہ ﷺ والے بیج کو سینے پر سجا لینا اور الاخوان کے پرچم کو تھام لینا ایک ایسا فیصلہ ہے جس کے ساتھ تم ایک نئے سفر کا آغاز کر چکے ہو۔ مقصد سے والہانہ لگن اور جہد مسلسل اس سفر میں تمہارا سرمایہ ہیں۔ کیا تم یہ زاد راہ ساتھ لے کر نکلے ہو؟ آغاز سفر میں ہی تمہیں اپنی ترجیحات کو از سر نو متعین کرنا ہوگا۔ اب تمہاری اولین ترجیح دین حق کی سربلندی کے لئے مسلسل جہاد ہے۔ جس کے مقابل باقی سب امور کو ثانوی حیثیت دینا ہوگی۔ خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو اور پھر اس پر ڈٹ جاؤ۔ غیرت الٰہی کو گوارا نہیں کہ دین کی حیثیت ثانوی ہو۔

تصحیح نیت اور ترجیحات کی درستگی کے بعد تمہارا اگلا قدم خود کو اس عظیم کام کے لئے تیار کرنا ہے۔ اپنی ذہنی اور فکری تربیت کرنا ہوگی۔ قائد تحریک کے مزاج اور فکر کو سمجھنا ہوگا۔ ہمارے ساتھ کتنے ہی نوجوان ایسے ہیں جو امیر الاخوان سے جذباتی وابستگی کے باوجود

ذہنی طور پر تحریک کے ساتھ یا علم نہ ہونے کے بنا پر دعوت کے عمل سے محروم ہیں۔ ہر کارکن کو ایک اچھا داعی بھی ہونا چاہئے۔ جس کے لئے قرآن و حدیث اور لٹریچر کا مستقل مطالعہ لازم ہے۔ دن بھر کی تگ و دو کے بعد اگر وقت کم ہو تو تربیتی نصاب سے قرآن حکیم کی ایک آیت اور ایک حدیث مبارک کا مطالعہ اپنے لئے لازم سمجھو۔ اٹھتے بیٹھتے تحریک الاخوان کے کیسٹ باآسانی سن سکتے ہو۔ مختلف تقاریر کے اہم نکات ذہن نشین کرلو۔ اس کے بعد تم الاخوان کے پیغام کو بہتر طور پر پیش کر سکتے ہو۔ اب تمہاری بات میں استدلال ہوگا اور دعوت موثر ہوگی جسے مخاطب نظرانداز نہ کر سکے گا۔

دعوت کے عمل میں تمہیں مختلف سوالات کا سامنا بھی کرنا پڑے گا۔ "رب کی دھرتی رب کا نظام" کیا یہ صرف ایک نعرہ ہے یا الاخوان کے پاس اس کا کوئی واضح تصور بھی ہے؟ لوگ نعروں سے تنگ آچکے ہیں اور کسی متبادل نظام کے متعلق جاننا چاہتے ہیں۔ اس کا جواب الاخوان کا منشور ہے جس میں ایک اسلامی نظام حکومت کا مکمل نقشہ موجود ہے۔ سیاسی نظام' معاشی نظام' عدالتی نظام' تعلیمی نظام' زرعی نظام' صنعتی نظام' الغرض ہر شعبہ ریاست کے خدوخال متعین کر دیئے گئے ہیں۔ پاکستان کی افواج' انتظامیہ' خارجہ پالیسی' ان سب کے متعلق الاخوان کا تصور واضح ہے۔ لیکن تم ایک اسلامی نظام حکومت کی بات صرف اس وقت کر سکو گے جب الاخوان کے بنیادی چارٹر کو اچھی طرح سمجھ لو اور ازبر کرلو۔ اس موضوع پر ایک چھوٹا سا پمفلٹ ہے۔ "**الاخوان منزل کی طرف**" اسے اپنے زیر مطالعہ رکھو۔

دعوت کے دوران پیش آنے والے ہر ممکنہ سوال کا جواب "**تعارف مع سوال و جواب**" میں موجود ہے۔ اسی موضوع پر ایک اور پمفلٹ "**تعارف**" امیر تحریک الاخوان کے تعارف کے ساتھ ان کے افکار کی اجمالی نشاندہی کر دی گئی ہے۔ جو گویا الاخوان کی بنیادی پالیسی ہے۔ الاخوان "**تعاونوا علی البر**" کے اصول پر ایک صلح کن اور صلح جو تحریک ہے۔ جو تشدد اور فرقہ واریت کی مکمل نفی کرتی ہے۔ الاخوان کے اس مختصر لٹریچر کے ذریعے لوگوں کے مختلف شکوک و شبہات کا موثر ازالہ کر سکتے ہو۔

جب تم تبدیلی نظام کی بات کرو گے۔ تو یہ جمہوریت کے کمبل سے اور بھی چمٹ جاتے ہیں۔ انہیں جمہوریت کے فسوں سے نکالنے کی کوشش کرو۔ انہیں بتاؤ کہ قرآن حکیم جمہوریت کے بارے میں کیا رائے رکھتا ہے۔ جمہوریت اکثریت کے اوپر اقلیت کی حکمرانی کا نام ہے۔ جمہوریت عقل و شعور کے برعکس جہالت کی اطاعت ہے۔ لیکن یہ سب کچھ بتانے کے لئے تمہیں خود جمہوریت کے اصل چہرے کو پہچاننا ہوگا۔ اس ضمن میں "**اسلام اور جمہوریت**" کا مطالعہ تمہاری رہنمائی کر سکے گا۔ جس قدر جلد ہو سکے۔ الاخوان کے لٹریچر کے مطالعہ کے ذریعہ خود کو ذہنی اور فکری طور پر دعوت کے لئے تیار کرلو۔

دعوت کا عمل پوری انسانیت کے لئے ہے۔ لیکن قرآن حکیم نے یہاں بھی "**انذر عشیر تک الاقربین**" کا اصول بیان کرتے ہوئے ترجیحات مقرر کر دی ہیں۔ عزیز و اقارب' اہل محلہ' حلقہ احباب' الغرض ہر وہ شخص جس سے تمہارا کوئی بھی تعلق ہے۔ تمہارا اولین مخاطب ہونا چاہئے۔ آغاز ان سے کرو جو تمہارے بہت قریب ہیں۔ تم انہیں اپنی استطاعت کے مطابق عصرانے وغیرہ پر بھی مدعو کرو۔ یہ ایک مسنون عمل ہے جس کی برکت سے تمہاری دعوت میں اثر ہوگا۔

محبت اور خیر خواہی کا جذبہ غیروں کو بھی اپنا بنا لیتا ہے۔ مخاطب کے ساتھ اپنائیت پیدا کرو۔ اس کے دکھ درد سے آگہی حاصل کرو۔

اگر درد بانٹ نہ سکو تو کلمہ خیر اور ہمدردی کے دو بول اس کی شدت میں کمی کا باعث ہو سکتے ہیں۔ یہ سخن دلنواز ہر داعی کی شخصیت کا لازمہ ہونا چاہئے۔

تمہارے دل میں تو امت کا درد ہے۔ اس قوم کے ایک ایک فرد کا درد بلکہ آنے والی نسلوں کو ان کے بھیانک مستقبل سے بچانے کا درد جو تمہیں دربدر لئے پھرتا ہے۔ اس درد کو تم نے عام کرنا ہے۔ جب اجتماعی سطح پر احساس زیاں پیدا ہوگا تو انشاء اللہ متاع کارواں کی مزید لوٹ کھسوٹ روکی جاسکے گی۔ ایک ایک کو خواب غفلت سے جگاؤ اور اس احساس زیاں کو عام کرو۔ اس مقصد کے لئے امیر تحریک کا پیغام "**لمحہ فکریہ**" تمہارے جذبات کا بہترین ترجمان ہے۔ اسے ہر مخاطب تک پہنچانے کی کوشش کرو۔

تم احساس زیاں کی بات کرتے ہو تو شیطان مایوسی پھیلانے لگتا ہے کہ اب تو اصلاح کی کوئی صورت ممکن نہیں رہی۔ اس لئے ضروری ہے کہ تمہاری دعوت میں امید کا پہلو غالب ہو۔ مثبت پہلو اجاگر کرو۔ اس مستقبل کا ذکر کرو جس کا تصور اسلام پیش کرتا ہے۔ مخاطب کے منصب اور مقام کو مدنظر رکھتے ہوئے ان تبدیلیوں کی بات کرو۔ جن سے وہ سروکار رکھتا ہے۔ ایک کاشتکار کے لئے معیشت کی بجائے شاید زرعی نظام پر گفتگو زیادہ امید افزا ہو۔ شعبہ تعلیم سے تعلق رکھنے والے مخاطب کی نظام تعلیم سے دلچسپی فطری امر ہے۔ اسلامی نظام ہر شعبہ ریاست کے لئے ایک روشن مستقبل کی نشاندہی کرتا ہے، جس کی موثر عکاسی تمہاری دعوت کا لازمی حصہ ہونا چاہئے۔

الاخوان ایک نام ہے جس کا ماخذ قرآن حکیم ہے۔ اس نام سے محبت اور بھائی چارے (اخوانا) کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ الاخوان کے ارکان کا آپس میں رشتہ اخوت ہے۔ جس کا لازمی تقاضا ہے کہ باہمی تعلقات میں ایثار و ہمدردی کا پہلو نمایاں ہو۔ جہاں تک ہو سکے ایک دوسرے کی مدد کرو۔ نہ تو باہم عیب اور کمزوریاں تلاش کرو اور نہ ہی انہیں زیر بحث لاؤ۔ اجتماعی تعلقات میں سورۃ الحجرات میں دی گئی ہدایات پر سختی سے عمل ہونا چاہئے۔ غیبت اور بدگمانی سے مکمل احتراز کرو۔ کسی ساتھی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ دوسروں پہ نکتہ چینی کرے۔ خصوصاً اپنے سینئر احباب یا امیر جن سے بعض اوقات لاعلمی یا ناسمجھی کی بنا پر اختلاف رائے پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ طرز عمل تحریک کے ڈسپلن کی سنگین خلاف ورزی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ذرا سی غفلت سے تمام محنت رائیگاں چلی جائے۔

اور اب آخری بات لیکن نہایت اہم! تمہارا ذاتی کردار دعوت کا موثر ترین ذریعہ ہے۔ اب تمہاری زندگی ذاتی نہیں رہی۔ بلکہ ایک کھلی ہوئی کتاب ہے۔ ہر مخاطب جاننا چاہتا ہے کہ داعی کا اپنا کردار کیسا ہے؟ گفتار اور کردار میں تضاد نظر آئے تو دعوت اپنا اثر کھو بیٹھے گی۔ یہی وجہ ہے کہ آج تقاریر میں اثر ندارد! تمہارا کردار تمہارے پیغام کا حامل نظر آئے اور یہ اسی صورت ممکن ہوگا جب اپنے ہر قول و فعل پر کڑی نظر رکھو۔ خود احتسابی کا یہ عمل ہر وقت جاری رہنا چاہئے۔

نماز کی پابندی کرو۔ فرائض اور واجبات کے علاوہ سنن و نوافل کے ذریعہ قرب الٰہی کو تلاش کرو۔ اس ساری تگ و دو، محنت اور مجاہدے کے باوجود دو وقت کے ذکر الٰہی سے تغافل نہ ہو۔ اس راستے کے مسافر کو قدم قدم پر شیطان کے شبخون کا سامنا ہے۔ جس کا دفاع صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ ولذکر اللہ اکبر

اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائے اور حامی و ناصر ہو۔ آمین!

دعاگو   محمد اکرم اعوان

لیڈر

تحریر۔ہارون الرشید

ایک لوہار' ایک سنار اور ایک انجینئر اس دھات کو جانتا اور سمجھتا ہے' جس سے وہ اپنی مصنوعات بناتا ہے۔ ایک ترکھان اپنی لکڑی کو' اس کے مزاج کو' ایک ماہر تعمیرات اپنی اینٹوں' پتھروں' سیمنٹ اور رنگ و روغن کو' ایک مصور اپنے رنگوں اور کینوس کو۔ ایک لیڈر کو معلوم ہونا چاہئے کہ اسکی قوم کا مزاج کیا ہے۔ اسکی امنگیں' آرزوئیں' مقاصد' اندیشے اور خواب کیا ہیں۔ ایک عظیم اور سرفراز رہنما وہ ہے جو قوم کے خواب کو پہچانتا ہو اور اس کے مزاج کا ادراک بھی رکھتا ہو۔ بعض دانشوروں نے اتاترک کے حوالے کو سرسری اور سطحی حوالہ قرار دیا اور یہ کہا کہ اس معاملے کو زیادہ سنجیدگی اور سنگینی سے نہیں دیکھنا چاہئے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مغالطے کا شکار ہوئے۔ حسن نثار نے ہمیں اتاترک کے خطبات سے خیرہ کن جملے سنائے اور ہم مسحور ہو گئے۔ خود میں نے بھی اسے بہت داد دی تھی (اور پورے ایک سو روپے نقد انعام کے طور پر پیش کئے تھے) لیکن میرا خیال ہے کہ اب ہمیں اس پورے قصے پر از سر نو غور کرنا ہو گا۔ جنرل پرویز نے بار بار اخبار نویسوں سے کہا اور وہ اپنے دوستوں کے سامنے متعدد بار تکرار کر چکے ہیں کہ ان کی نیت پر شبہ نہ کیا جائے۔ ہمارے پاس ان کی نیت پر شبہ کرنے کی کوئی وجہ بھی موجود نہیں۔ خاص طور پر اس وقت جب وہ کھلے مباحثے کی دعوت دیتے اور نکتہ چینی کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ سوال نیت سے نہیں' حکمت اور عقیدے سے متعلق ہے۔ تاریخ بتاتی ہے اور روزمرہ کا مشاہدہ تصدیق کرتا ہے کہ بعض اوقات بد ترین فیصلے بہترین نیت سے کئے جاتے ہیں۔ شاید اجتماعی زندگی کا یہی پہلو ہے' جس کے پیش نظر سرور دو عالمؐ نے عملی طور پر مشاورت کو ایک مقدس فریضے کی شکل دی۔ جنگ احد کے دن وہ مدینہ کے پاک طینت اور پرجوش جنگجوؤں کے لحاظ میں شہر سے باہر نکل آئے' در آں حالیکہ ان کی ذاتی رائے مختلف تھی۔

جنگ نہاوند کے موقع پر' سب زمانوں کے' پیغمبروں کے بعد سب سے زیادہ دانا حکمران عمر بن خطابؓ اپنی قوم کے اصرار پر میدان جنگ کی طرف چل نکلے تھے۔ اگر ابوالحسنؓ کے مشورے پر اصحاب کبارؓ انہیں روک نہ دیتے تو نہاوند کا معرکہ ابن خطاب کو جنگ کے میدان میں دیکھتا۔ اگر فاروق اعظمؓ ایسا حکمران محض ایک جنگی معرکے کی قیادت کے سوال پر قومی جذبات کے احترام میں اتنا بڑا خطرہ مول لے سکتا ہے۔ اگر اللہ کے آخری پیغمبر ﷺ بعض اوقات معمولی مسائل تک میں صلاح مشورے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں تو بیسویں صدی میں ان کا ایک ادنیٰ امتی' جنرل پرویز مشرف اس طرز عمل سے انحراف کیوں کرے۔ آج حسن نثار وفاقی وزرا پہ حیرت کی نگاہ ڈالتا اور سوال کرتا ہے کہ کیا انگلش میڈیم کابینہ' وہاڑی' میلسی اور رحیم یار خاں کے مٹی میں مل کر مٹی ہونے والے کسان کے دکھ کا ادراک کر سکتی ہے۔ طنزومزاح کی تیز تلواروں سے لیس اور جوش وجذبے سے بھرا عباس اطہر اب درماندہ و دل گرفتہ ہے۔ وہ افتادگان خاک کی کہانیاں چھاپتا ہے اور قدرے مختلف الفاظ میں وہی سوال اٹھاتا ہے جو حسن نثار نے بچوں کے سے بھولپن سے ہوا میں اچھال دیا ہے۔ رک جاؤ' میرے درد مند دوستو! اگر تم میرے لئے طنزیہ ہنسی نہ ہنسو تو میں نہایت عاجزی اور ادب سے عرض کروں کہ تمہارے سوال کا جواب ان کے پاس نہیں ہے۔ بحرانوں میں گھرے اور دلدلوں میں دھنسے معاشرے دو طرح سے رہائی پاتے ہیں۔ انقلاب سے یا قومی اتفاق رائے کے ذریعے سے۔

یہ انقلابی قیادت نہیں ہے۔ اس کے لئے بہترین راستہ قومی اتفاق رائے کا راستہ ہے لیکن دو ہفتوں کے مسلسل غور وخوض کے بعد میں نہایت دکھ کے ساتھ یہ بات کہتا ہوں کہ فیصلہ کرنے والے یہ بات سمجھ نہیں پائے۔ انہوں نے ہمیں بددیانت' غیر ذمہ دار اور نااہل حکمرانوں کے ایک ٹولے سے نجات دلائی۔ اس پہ ساری قوم نے ان کی تحسین کی۔ وہ ان

سے حسن ظن رکھتی ہے اور مہلت دینے پر آمادہ ہے۔ ایک بار پھر عرض ہے کہ ہمارے لئے ان کی نیت پر شبہ کرنے کا کوئی جواز نہیں لیکن انہوں نے ہمارے لئے کون لوگ چنے ہیں؟ شریف الدین پیرزادہ‘ عطیہ عنایت اللہ اور عمر اصغر خان۔ ہم مان لیتے ہیں کہ عمر اصغر ایک ایماندار آدمی ہیں۔ ان کے والد بھی تو دیانت دار تھے پھر وہ ہمیشہ معمولی اور گمنام امیدواروں سے ہارتے کیوں رہے؟ عطیہ عنایت اللہ ہمیشہ نامزد ہی کیوں ہوتی ہیں؟۔ شریف الدین پیرزادہ کو ناپسند کیوں کیا جاتا ہے؟۔ یہ وہ لوگ ہیں‘ جن کا اس ملک کے اجتماعی مزاج اور ضمیر سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اکبر اعظم کے دور میں اکبر اعظم کے اور عالمگیر کے عہد میں عالمگیر کے پیروکار تھے۔ وہ مغلوں کے زمانے میں فارسی اور انگریزی عہد میں انگریزی پڑھتے تھے۔ وہ لیاقت علی خاں کے زمانے میں لیاقت علی خان کے اور فیلڈ مارشل کے زمانے میں انکے ہم نوا تھے۔ "ابن الوقت" کی اصطلاح بدنام ہو چکی ہے۔ اب اس سے نچلے درجے کے خوشامدی مراد لئے جاتے ہیں لیکن عربوں نے پہلے پہل یہ ترکیب شاید ان سرداروں کیلئے برتی ہوگی جو کوئی شخصیت نہ رکھتے تھے اور زمانے کے رخ پہ بہتے والا چلے جاتے تھے۔

بامسلماں اللہ اللہ بابرہمن رام رام

عمر اصغر ایک مثال ہیں۔ ایک زمانے میں وہ پکے سوشلسٹ تھے۔ سوشلزم کا سورج غروب ہوا تو مغرب سے مسحور ہوئے اور ایک عدد این جی او بنالی۔ جناب والا! آپ کا فلسفہ حیات کیا ہے اور دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا اپنی قوم سے نا آشنا اور اپنے زمانے کی غالب تہذیب سے مرعوب کوئی دماغ اپنے لوگوں کی قیادت کر سکتا ہے؟

جنرل پرویز مشرف نے ہم اخبار نویسوں کو تنقید کی آزادی عطا کی ہے۔ ان کا بہت بہت شکریہ۔ ان سے گزارش یہ ہے کہ جو مشیر انہوں نے چنے ہیں‘ وہ ایک نامکمل اور نصف دائرہ ہیں۔ لشکر طیبہ کے پنڈال میں جمع ہونے والے ایک لاکھ سرفروشوں‘ جماعت اسلامی کے سالانہ اجتماع کے تین لاکھ شرکاء اور تبلیغ جماعت کی اجتماعی دعا میں شامل ہونے والے پانچ لاکھ جیتے جاگتے‘ زندہ بیدار لوگوں کی نمائندگی کہاں ہے؟ یہ سوال اس وقت اور بھی اہم ہو جاتا ہے‘ جب ہم دیکھتے ہیں کہ اعلی تعلیم یافتہ لوگوں‘ ڈاکٹروں‘ انجینئروں‘ اساتذہ‘ کمپیوٹر انجینئروں‘ منتظمین اور سائنس دانوں کا سب سے زیادہ تناسب جماعت اسلامی سے وابستہ ہے......اور طالب علموں کی سب سے بڑی تنظیم کا نام اسلامی جمیعت طلبہ ہے۔

(اور سنا ہے کہ بعض مسخرے طلبہ تنظیموں پر پابندی کا مشورہ دے رہے ہیں)

شاید مجھے نام نہ لینا چاہئے لیکن میں نام لیتا ہوں۔ تنہا جنرل حمید گل جماعت اسلامی‘ لشکر طیبہ اور تبلیغی جماعت سمیت سارے مکاتب فکر سے رابطہ رکھ سکتے تھے لیکن تعجب ہے کہ ان کا نام تک زیر غور نہ آیا۔

تاریخ کے اس ادنیٰ طالب علم کی گزارشات ناگوار نہ ہوں۔ اتاترک بہت جری‘ اولوالعزم اور قوم پرست تھے لیکن اگر وہ اپنی قوم کے مزاج داں ہوتے تو تاریخ انہیں سلطان محمد فاتح‘ رکن الدین بیبرس اور صلاح الدین ایوبی کی صف میں شمار کرتی۔ اس کے برعکس ہوا یہ کہ چند عشرے بھی نہیں گزرے اور ان کا خون سے سینچا ہوا وطن دوراہے پر کھڑا ہے۔

ایک لوہار اس دھات کو جانتا ہے جس سے وہ اپنے اوزار ڈھالتا ہے۔

ایک ترکھان لکڑی کا مزاج شناس ہوتا ہے۔

ایک لیڈر کو بھی معلوم ہونا چاہئے کہ اس کی قوم کا خواب کیا ہے اور مزاج کیا۔

بشکریہ روزنامہ "جنگ" لاہور

نعت

ملیں گے لعل و گوہر جانتے ہیں
مدینے کے گداگر جانتے ہیں
ہر اک منزل ہے ان کے راستے میں
زمانے ان کو رہبر جانتے ہیں
مریض ہجر کے دکھ کی دوا ہم
بہ فیض دیدہ تر جانتے ہیں
کسی بھی ملک میں ہو جشن مدحت
ہم اس پردیس کو گھر جانتے ہیں
انہیں اس دل کی حالت کیا بتاؤں
وہ سب کچھ مجھ سے بہتر جانتے ہیں
رہ طیبہ میں سب اہل محبت
ہر اک ذرے کو اختر جانتے ہیں
مدینے کے مسافر کو ہم اختر
مقدر کا سکندر جانتے ہیں
ہر اک بخشش طلب عاصی کو اختر
شفیع روز محشر جانتے ہیں

محمد مسعود اختر

حفاظت قرآن کا مطلب

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان 98-8-7

بسم الله الرحمن الرحیم هوالذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله وکفی بالله شهیدا -

اللہ کی زمین پر' اللہ کے بندوں کے درمیان جب بھی فساد برپا ہوا عقیدے کا فساد' ایک دوسرے کے حقوق پر ڈاکے پڑنے لگے اور برائی کو طرز زندگی بنا لیا گیا تو اللہ نے نبی مبعوث فرمادیا۔ ہر نبی اسی غرض کے لئے دنیا پر تشریف لایا کہ جن کی طرف مبعوث ہوا ہے ان کے عقائد درست ہوں اور ان کا کردار صحیح ہو جائے' اللہ کا حق ہے بندے پر کہ اسے واحد مانا جائے' لاشریک مانا جائے' اس کے حق میں خیانت نہ ہو' اللہ کا حق ہے بندے پر کہ اس کی عبادت کی جائے' بندوں کے جو حقوق بندوں پر ہیں ان کا احترام کرے۔ گاہے انبیاء علیہم السلام کو ہی حکومت دی گئی' گاہے حکمرانوں کو انبیاء علیہم السلام کا مطیع کر دیا گیا۔ مقصد اقتدار و سلطنت نہیں تھا۔ مقصد' اللہ اور بندوں کے حقوق کا تحفظ تھا۔ پھر بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ کسی نبی کی دس بندوں نے مانی کسی کی پانچ نے کسی کی ایک نے بھی نہیں مانی اور ظلماً شہید کر دیئے گئے۔ آخر آقائے نامدار ﷺ مبعوث ہوئے تو آپ ﷺ بہ یک وقت پوری انسانیت کے لئے اور جب تک دنیا قائم ہے تب تک کے لئے مبعوث ہوئے۔ ہر نبی جو مبعوث ہوتا تھا وہ عقیدہ بھی بتاتا تھا اور جس قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اس کے مخصوص حالات میں' اس کے مخصوص موسموں میں' اس کی زندگی کے تقاضوں کے مطابق' وہاں کے رہن سہن کا' لین دین کا' آئین و دستور بھی بتاتا تھا۔

جب نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے تو آپ ﷺ چونکہ ساری انسانیت کی طرف مبعوث ہوئے اور سارے زمانوں کے لئے ہوئے تو عقائد تو وہی رہے جو آدمؑ نے اور دوسرے انبیاء اکرام نے بتائے اور وہی عقیدہ دہرایا، نہ اللہ کی ذات میں تبدیلی ہوئی نہ اس کی صفات میں تبدیلی ہوئی' لیکن چونکہ نبی ﷺ کی بعثت کے بعد کیونکہ کوئی نیا نبی نہیں آنا تھا اس لئے اللہ نے ایسا جامع ضابطہ حیات عطا فرمایا جو قیامت تک کے لئے انسانوں کی رہنمائی کا کام کر سکے۔ اور اس ضابطہ حیات کا ماخذ جو اللہ کی کتاب تھی اس کی حفاظت بھی اس ذات باری تعالیٰ نے اپنے ذمے لے لی۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون۔ کہ ہم نے یہ کتاب بطور نصیحت نازل فرمائی ہے اور اس کی حفاظت بھی ہم ہی کریں گے۔ اب نہ تو کوئی نیا نبی مبعوث ہوگا نہ کوئی نیا آئین و دستور آئے گا نہ کوئی نئی کتاب آئے گی۔ اگر نبی مبعوث نہیں ہوگا تو نبی ﷺ کے پیروکاروں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ دنیا پر اس ضابطہ حیات کو لاگو کریں اور یہی صحابہ کرامؓ نے کیا۔ چونکہ نبی ﷺ کی دنیوی حیات مبارکہ میں جزیرہ نمائے عرب پر اسلامی ریاست قائم ہو چکی تھی اور اس کے باہر جو پیغام حضور ﷺ نے حکمرانوں کو بھیجے یا تجارتی قافلوں کے ذریعے جانے والوں کے ذریعے خبر پہنچی لیکن تئیس سالہ عہد خلافت میں روئے زمین کا کوئی جھونپڑا اور کوئی محل ایسا نہ تھا جہاں اللہ کا پیغام پہنچ نہ گیا ہو اور بڑی بڑی ظالم اور جابر سلطنتیں سرنگوں کر کے مسلمانوں نے اتنی بڑی ریاست بنائی جو انسانی تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتی پوری انسانی تاریخ میں اتنی بڑی ریاست کہیں نظر نہیں آتی سپانیہ سے لیکر چائنہ تک اور سائبیریا سے لیکر افریقہ تک ایک ریاست تھی اور اس ریاست کا سارا آئین و دستور وہی تھا جو آقائے نامدار ﷺ لائے جو قرآن حکیم میں موجود ہے۔

آج ہم اس زمانے سے چودہ

سو سال دور بیٹھے ہیں صدیاں بہت لمبی مسافت ہوتی ہیں ایک صدی میں کم و بیش تین نسلیں گزر جاتی ہیں زمانے کی گرد بہت سی یادیں بھلا دیتی ہے بہت سے نقوش دھندلے کر دیتی ہے بہت سی راہوں پہ چلنا دشوار کر دیتی ہے۔ انسان کا مزاج ایسا ہے کہ یہ موسمی تھپیڑوں کے ساتھ سمجھوتے کرنے کا عادی ہو جاتا ہے اور جس طرح کے موسم ہوں اسی طرح ڈھلتا چلا جاتا ہے۔ یہ ساری چیزیں اور ان کے اثرات امت مسلمہ کو آج اس جگہ لے آئی ہیں کہ پڑھنے کے لئے تو قرآن حکیم ہے' ماننے کے لئے کوئی دوسرا نظام ہے' باقاعدگی سے اٹھ کر تلاوت کریں گے' حفظ کریں گے' یاد کریں گے' کوئی بیمار ہے اس کے لئے پڑھنے کو کہیں گے' کوئی فوت ہو جائے اس کے لئے پڑھ کر بخشیں گے' پڑھنے کے لئے یہی کتاب ہے لیکن ماننے کے لئے' عمل کرنے کے لئے' لین دین کے لئے' حقوق و فرائض کے لئے کچھ اور طریقہ حیات ہے۔ عبادات کے لئے نماز روزے کے لئے اللہ موجود ہے' اللہ ہی کی کریں گے لیکن چھوٹی چھوٹی ضروریات کے لئے بک جائیں گے' ڈر جائیں گے اور ہزاروں معبودان باطلہ کی پوجا کرتے رہیں گے۔ حکمرانوں کی' حکومتوں کی' امراء کی اور صاحب اقتدار لوگوں کی پرستش کو تو ثواب سمجھا جاتا ہے۔ قرآن حکیم کا بنیادی مقصد ہی یہ ہے کہ ایک' ایک فرد کا حق متعین ہو جائے۔ پھر ایسا انتظام کیا جائے کہ کوئی دوسرے کا حق چھین نہ سکے۔ ہر آدمی تک اس کا حق بلا روک ٹوک پہنچے اور اگر کوئی چھینے تو وہاں نظام عدل ایسا ہو کہ پھر اس سے عدل کیا جائے چھیننے والے کو سزا ملے' جس کا حق ہے اس کو حق واپس ملے۔ اب اگر یہ ساری چیزیں ہم قرآن حکیم سے ہٹ کر بناتے ہیں' الگ ہو کر بناتے ہیں تو قرآن کو کیا مانا کیونکہ قرآن کو ماننے کا مطلب تو یہ ہے کہ قرآن کریم جو حکم دے وہ مانو۔

> بعض مجاہد تنظیموں نے جہاد کے نام پر اپنے آپ پر سب کچھ حلال کر رکھا ہے' یہ تصور غلط ہے کہ ہم بڑا کام کر رہے ہیں ہمیں چھوٹے کاموں کی ضرورت نہیں ہے

ہمارے ریٹائرڈ چیف جسٹس صاحب ہیں بہت فاضل آدمی ہیں ظاہر ہے جج رہے ہائیکورٹ کے پھر سپریم کورٹ کے جج رہے پھر سپریم کورٹ میں چیف جسٹس آف پاکستان ریٹائرڈ ہوئے تو وہ فرما رہے تھے کہ جی سود حرام ہے قرآن نے اسے حرام کہا ہے' یہ اللہ کا حکم ہے اسے ماننا فرض ہے' اگر انکار کرے گا تو کافر ہو جائے گا لیکن مجبوری یہ ہے کہ سود کے سوا گزارا نہیں ہوتا۔ واہ! یعنی یہ وہ عالم ہے ہمارا' یہ حال ہے ہماری قوم کا کہ انتہائی پڑھے لکھے لوگ انتہائی فاضل لوگ انتہائی اہم لوگ.........

کل میری بات ہو رہی تھی بہت بڑے ذمہ دار آدمی سے تو اسی بات پہ وہ فرمانے لگے کہ قرآن نافذ تو کر دیں لیکن آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اگر کسی ہندو کو قرآن دے دیا جائے کہ جی اس پر عمل کرواؤ اور اسے نافذ کر دو تو کیا وہ کرلے گا؟ میں نے کہا! آپ کا مطلب کیا ہے؟ کہنے لگا! جن سے ہم نے نافذ کروانا ہے وہ ایسے ہی ہیں۔ جو ہمارا عملہ اس نفاذ کا کام کرے گا ان کا قرآن کے ساتھ ایمان کا رشتہ بھی نہیں۔ اور وہ بڑی حد تک صحیح کہہ رہے تھے کہ ہمارے بلند آشیانے جو ہیں وہاں وہی ہما آکر اترتا ہے جو باہر سے پڑھ کر آتا ہے۔ ایک مخصوص طبقے کے لوگ اپنے بچوں کو برطانیہ یا یورپ یا امریکہ بھیجتے ہیں وہاں سے جب وہ آتے ہیں تو وہ سیدھے ان اونچے درختوں پہ بیٹھتے ہیں جہاں حکمرانی کے انداز ہیں' اسلام آباد میں اترتے ہیں۔ غریب کا بیٹا اول تو پڑھتا نہیں' پڑھ جائے تو پرائمری' مڈل میٹرک کر کے کوئی منشی لگ گیا' کوئی کلرک لگ گیا' کوئی مزدوری کرتا رہا' اب وہ جو باہر سے پڑھ کر آتے ہیں' وہاں سے وہ کوئی اور بات سیکھیں یا نہ سیکھیں انہیں یہ سکھا دیا جاتا ہے کہ ہم سب کچھ جانتے ہیں تمہیں کچھ بھی نہیں آتا وہ ساری عمر انگریز بننے پر فخر کرتے رہتے ہیں' انگریز جیسا نظر آنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں' انگریز جیسی بات کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں' اسی طرح کا کھانا پینا اوڑھنا بچھونا بنانے کی فکر کرتے رہتے ہیں۔ اپنی زندگی کے

امور بھی انہیں کی اطاعت میں اور انہی کی پیروی میں اور انہی کی تابعداری میں طے کرنا چاہتے ہیں۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ یہ کونسا ایمان ہے کہ جب بندہ کہتا ہے میں اللہ کو مانتا ہوں' اللہ کے نبی ﷺ کو مانتا ہوں' اللہ کی کتاب کو مانتا ہوں' لیکن میری مجبوری یہ ہے کہ میں اطاعت نہیں کر سکتا' عمل میں مغرب کے بنائے ہوئے نظام یا انگریز کے دیئے ہوئے نظام پر کروں گا۔ اسے کسی درجے کا اسلام کہا جائے۔

بنی اسرائیل کے طرز عمل کے بارے قرآن نے فرمایا وقالوا سمعنا و عصینا. آپ کی بات صحیح ہے ہم نے سن لی سمجھ لی لیکن ہم نہیں مان سکتے ہماری اپنی مجبوریاں ہیں۔ چلنا ہمیں کسی دوسری روش پر ہی ہوگا۔ آپ کی بات کی اطاعت نہیں کر سکتے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ حکومت کا خیال ہے اسلام نافذ کیا جائے۔ آسان اسلام' سہل اسلام اور ایسا اسلام جو ہمارے ان رویوں کو بھی نہ چھیڑے اور اسلام بھی آجائے۔ یعنی کوئی ایسا عالم دین' کوئی ایسا مولوی ایسا مفتی مل جائے جو ہمارے کفر پر اسلام کا ٹھپہ لگادے۔

بات یہ ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور اس کے جزو جو ہیں وہ نافذ نہیں کئے جاسکتے۔ آپ اگر اسے اجزاء میں بانٹ دیں گے تو وہ اسلام نہیں رہے گا۔ کلمہ طیبہ ہے دو جزو ہیں اس کے لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ (ﷺ) ایک آدمی کہہ دے جی سارا تو مجھ سے نہیں ہوتا' پہلا حصہ تو میں ضرور پڑھے رکھوں گا۔ تو نرے پہلے سے تو مسلمان نہیں ہوگا یا نرا دوسرا پڑھوں گا۔ وہ پورا ہی پڑھے گا تو کام بنے گا۔ کسی بھی آئین و دستور کو آپ لے لیں' مروجہ جو ہمارا آئین و دستور ہے آپ اسے لے لیں۔ آپ کہیں جی اس میں سے کچھ شقیں تو ہم نافذ کرتے ہیں کچھ نہیں کرتے تو کیا اس دستور کی کوئی صورت رہ جائے گی۔ کسی بھی ملک کا قانون جو ہے اس قانون کی جو ایک فہرست بن گئی ہے اس میں سے آپ کہتے ہیں جی یہ' یہ' یہ' باتیں آسان

> ہم کہتے ہیں
> آج اسلام نافذ کردو
> آج ہی تنظیم الاخوان
> ختم کرکے ہم اللہ اللہ
> کریں گے

ہیں اس پر عمل کر لیتے ہیں' یہ مشکل ہیں یہ چھوڑ دیتے ہیں تو وہ آئین نہیں رہے گا' دستور نہیں رہے گا' چہ جائیکہ اللہ کے دیئے ہوئے ضابطہ حیات پر یہ سوچا جائے کہ اس میں سے کچھ کچھ لے کر اس میں سے بھی تھوڑا سا آسان کر کے لگا دیا جائے میں منبر پر بیٹھا ہوں مسجد میں' میں نے دیانت داری سے یہ سمجھا ہے کہ حکومت، اسلام پر عمل نہیں کرنا چاہتی حکومت لوگوں کی آنکھوں میں مٹی ڈالنا چاہتی ہے کہ ہم نے اسلام نافذ کر دیا۔ جو میں سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ حکومت کا خیال ہے کہ کچھ ایسے دو چار طریقے جس طرح جنرل ضیاء الحق نے کہا تھا کہ جی صلوٰۃ کمیٹیاں بنا دو' نماز پڑھا کرو' زکوٰۃ کا بنا دو' جی زکوٰۃ جمع کرو' وہ عشر زکوٰۃ کا محکمہ بن گیا' اب تک لوگ عیش کر رہے ہیں بھانڈ اور کنجر کھا رہے ہیں اور صلوٰۃ کمیٹیاں پتہ نہیں کہاں چلی گئیں باقی معاملات اصل جو تھے وہ وہیں کے وہیں رہے۔ بلکہ جو زکوٰۃ کچھ غرباء کو مل جاتی تھی وہ بھی اس سے محروم ہوگئے ہیں اب امراء اور حکومت کے افسر کھا جاتے ہیں یا ان کے منظور نظر لوگ کھا جاتے ہیں۔ تو میں نے تو مشورہ یہ دیا کل کہ جی اگر آپ کو اسلام پر عمل کرنا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ عالمی طاقتیں' مغربی معاشرہ' غیر اسلامی حکومتیں ریزسٹ RESIST کریں گی' مخالفت کریں گی تو آپ اگر دو پیسے اسلام لائیں گے تو بھی وہ ریزسٹ کریں گی سارا لائیں گی تو بھی ریزسٹ کریں گی۔ تو آپ اگر دو دو پیسے کر کے پچاس دفعہ ان کی ریزسٹنس لینا چاہتے ہیں تو آپ سارا کر کے ایک ہی دفعہ مخالفت لے لیں یعنی آپ تھوڑا بھی کریں گے تو مخالفت ہوگی' سارا کریں گے تو بھی ہو گی۔ ظاہر ہے کفر کو تو مخالفت کرنی چاہیئے' ایسا کون سا اسلام ہے جس کے ساتھ کفر سمجھوتہ کر لے' کفر اور اسلام ایک دوسرے کی ضد ہیں' ایک ہوگا دوسرا نہیں ہوگا۔ جہاں کفر ہوگا وہاں اسلام نہیں ہوگا' جہاں اسلام آئے گا وہاں سے کفر کو جانا ہوگا تو کفر سے یہ امید رکھی جائے کہ کوئی ایسا نرم سا اسلام ہو جس پر

کفر بھی راضی رہے تو وہ اسلام نہیں ہوگا' اسلام کے نام پر کوئی اور چیز ہوگی۔ تو بہر حال اگر حکومت کو خیال آیا بھی تو رضائے الٰہی کا نہ آیا اپنی کرسی بچانے کا اپنے اقتدار کے تحفظ کا۔ بھٹو صاحب اپنے آخری دنوں میں مولانا مودودی سے ملنے گئے تو مولانا بھی کھرے آدمی تھے' اللہ ان کے درجات بلند کرے' انہوں نے کہا جی میں نے آپ جو مذہبی لوگ ہیں جو دینی جماعتیں ہیں آپ لوگوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مرزائیوں کو کافر قرار دے دیا اور آپ پھر بھی میری مخالفت کرتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ میں نے تو یہ سمجھا تھا کہ آپ نے اللہ کی رضا کے لئے یہ کام کیا۔ شاید آپ کے لئے ذریعہ نجات بن جائے لیکن یہ بھی آپ نے اللہ کے لئے نہیں کیا' یہ بھی سیاسی فائدہ اٹھانے کے لئے کیا تو یہ آپ کے کام نہیں آئے گا یعنی اسلام کی وہ کوشش جس سے آپ سیاسی فائدہ لینا چاہتے ہیں وہ اسلام نہیں ہے اور بڑا دکھ ہوتا ہے اس بات پر کہ ہر ایسی کوشش جس طرح جنرل صاحب نے کی تھی 'اللہ ان پر رحم فرمائے' ان کی ذات کا میں بے حد لحاظ 'احترام کرتا ہوں' وہ اپنی جگہ 'لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے نفاذ کے سلسلہ میں جو اقدامات انہوں نے کئے تھے 'انہوں نے اسلام کو مزید بدنام کیا۔ اسلام کو فائدہ نہیں پہنچایا ان ادھورے اقدامات نے 'اس لئے کہ وہ صحیح کئے نہیں گئے تھے اور یہ کوئی قاعدہ بھی نہیں ہے کہ آپ ایک دو تین حکم لے لیں اور باقی کو چھوڑ دیں۔

صرف ایک ملک نہیں جتنے ممالک ہیں مسلمانوں کے پاس جن کی تعداد پچپن چھپن کے قریب بتائی جاتی ہے کسی ایک قریئے ایک گاؤں کو آپ مثال کے طور پر پیش نہیں کر سکتے کہ اس پر اسلام نافذ ہے۔ عیسائیوں کو آپ دیکھ لیں' انہوں نے اپنے چرچ کی الگ ریاست بنا دی ہے۔ بدکار ہیں جیسے بھی ہیں لیکن انہوں نے ایک ایسی ریاست بنا دی ہے جہاں حکومت چرچ کی ہے۔ یہودیوں کو آپ دیکھ لیں انہیں اپنی دینی' اپنی مذہبی ریاست بنانے پہ بہت اصرار ہے۔ ہندوؤں کو دیکھ لیں' انہوں نے اردو زبان کو چھوڑ کر اس میں اپنی ہندی داخل کر دی اس کی سمجھ ہی نہیں آتی' کسی کے پلے ہی نہیں پڑتا اور اب ہندوستان ٹی وی کا ایک چینل مخصوص کر دیا گیا ہے رشی چینل۔ وہ اپنے مذہبی پریچر کو رشی کہتے ہیں تو ان کے رشی چوبیس گھنٹے اس پر وعظ کرتے رہتے ہیں' بندروں کی پوجا کا' پتھروں کی پوجا کا' جانوروں کی پوجا کا درس دیتے رہتے ہیں' کیسی عجیب بات ہے کہ اس زمانے میں بھی بت پرستی کا درس دیا جا رہا ہے' سائنس کے اس دور میں۔ اس پر مغرب کو بھی اعتراض نہیں اور انہوں نے پورا ایک چینل مختص کر دیا اس کا نام ہی انہوں نے رشی چینل رکھ دیا ہے وہ سارا پروگرام ڈش پہ جاتا ہے' دنیا کے چونسٹھ' پینسٹھ ممالک میں جاتا ہے۔

یہاں ہمارے ہاں علی الصبح بسم اللہ سے شروع کر کے جو کنجر نچانا شروع کریں گے تو سوتے وقت الحمد اللہ پڑھ کر سو جائیں گے۔ رات بارہ بجے کے قریب ایک آیت پڑھ کر مولانا اس کی تین چار فقروں میں تشریح کر دیں گے اور بات ختم ہو جائے گی۔ مسلمان حکومتوں کا رویہ یہ ہے کہ کسی بھی اسلامی ملک میں تبلیغ کا کوئی چینل نہیں ہے۔ نظام معیشت سود سے بری نہیں ہے۔ کسی اسلامی ملک میں اسلامی عدل نہیں ہے تو پھر اس کا مطلب ہے کہ اسلام کو چھٹی ہو گئی۔ جس طرز حیات کو' تہذیب کو' جس قانون آئین و دستور کو اس کے اپنے بھی ماننے پر تیار نہ ہوں تو وہ باقی کیسے رہ سکتا ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ خدانخواستہ اسلام تو ختم ہو گیا' چھٹی ہو گئی۔ یہ قصہ تو اب ختم ہوا' لیکن ایسا ہو گا نہیں۔ اس لئے نہیں ہو گا کہ اسلام کو باقی رکھنے کا ذمہ رب العالمین کا ہے۔ یہ جو اس نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے ناں اس میں بہت سے ذمے آ گئے ہیں۔ قرآن کی حفاظت جب ہی ہو گی جب زمین پر موجود ہو ورنہ علم الٰہی میں تو ازل سے تھا اور عرش عظیم پر تو جب سے نازل ہوا ہے اگر بیت العزیٰ میں ہے تو جب سے اللہ نے نازل کیا ہے لوح محفوظ میں ہے سو ہے وہاں تو اسے خطرہ بھی کوئی نہیں تھا حفاظت کی ضرورت تو اسی زمین پر تھی اور حفاظت کی صورت یہی ہو گی کہ اس کو ماننے والا نہ رہے یا کوئی تلاوت کرنے والا نہ رہے پھر اس پر عمل کرنے والا کوئی نہ رہے تو پھر حفاظت کس بات

کی ہوئی۔

لیکن موجودہ حالات میں بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی نبی ﷺ نے ان حالات کو اپنی زبان حق ترجمان سے ارشاد فرمایا۔ حضرت ابو ھریرہؓ کی روایت ہے نسائی شریف میں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ایک زمانہ ایسا آئے گا جب برائی' بے دینی پھیل جائے گی تو کچھ لوگ ایسے ہوں گے اس زمانے میں جنہیں بغیر حساب کے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ وہ لوگ کون ہوں گے فرمایا! وہ' وہ لوگ ہوں گے جو غزوۃ الہند میں حصہ لیں گے۔ الھند' پاکستان بھارت اور بنگلہ دیش کو ملا کر بنتا ہے۔ یہ برصغیر جس میں اب پاکستان بھارت اور بنگلہ دیش ہے یہ الہند ہے۔ ہندو بھارت کو ہندوستان اس لئے کہتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں یہ تقسیم غلط ہے' یہ سارا اب بھی ہندوستان ہی ہے۔ حالانکہ ہندوستان تب تک تھا جب تک وہ تقسیم نہیں ہوا تھا۔ جب تقسیم ہوا تو ایک حصہ پاکستان بن گیا ایک بھارت بن گیا اب پاکستان پھر تقسیم ہوا تو ایک بنگلہ دیش بن گیا تو اس کا مطلب ہے کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی بنیاد اسی سرزمین سے رکھی جائے گی اور حضرت ابو ھریرہؓ فرماتے ہیں اے کاش کہ اس وقت میں ہوتا تو میں پورے شوق سے شریک ہوتا شہید ہو کر اللہ کی رضا پاتا اگر زندہ رہتا تو اپنے غازی ہونے پہ فخر ہوتا۔ اور پھر ایک اور حدیث میں نبی ﷺ نے عالمی غلبے کی بات ارشاد فرمائی اور اس کی بنیاد کا اشارہ بھی حضور ﷺ نے اسی زمین کی طرف فرمایا ہے کہ یہاں سے اٹھے گا اور پھر روئے زمین پر اسلام' بحیثیت قانون کے' بحیثیت آئین و دستور کے' پھر غالب ہوگا۔

تو اس کا معنی یہ ہے کہ اسلام خطرے میں نہیں ہے۔ ہم لوگ جو اسلام کے ساتھ تساہل برت رہے ہیں' اسلام پر عمل کرنے میں سستی کر رہے ہیں یا نفاذ اسلام میں تاخیر کر رہے ہیں' خطرے میں ہم ہیں۔ اس لئے کہ وہ تو قادر ہے۔

حالت یہ ہے کہ قرآن کریم کو ہم نے صرف پڑھنے کے لئے ایک کتاب بنادیا ہے' جبکہ اس پر عمل کرنا ہم ضروری نہیں سمجھتے

عسی ان یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ۔ وہ قادر ہے کوئی ایسے لوگ پیدا کر دے جو اس کی محبت میں دیوانے ہوں گے اذلتہ المومنین واعزۃ الکفرین مومنوں کے لئے بڑے نرم ہوں گے اور کفار کے لئے بڑے سخت مزاج ہوں گے۔ یقاتلون فی سبیل اللہ۔ اللہ کی راہ میں بنوک شمشیر لڑیں گے یہاں یجاھدون نہیں فرمایا کہ تبلیغ بھی جہاد ہے اور نصیحت کرنا بھی جہاد۔ لیکن یہاں یقاتلون فرمایا یقاتلون فی سبیل اللہ۔ اللہ کی راہ میں قتال کریں گے لایخافون لومتہ لائم۔ کسی پراپیگنڈہ کرنے والوں کا پراپیگنڈہ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ اور جس زمانے میں یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں ان کا ہتھیار پراپیگنڈہ نہیں تھا۔ یہ آج کا ہتھیار ہے لیکن قرآن نے آج کے حالات کا جواب بھی ارشاد فرمادیا۔

تو اسلام خطرے میں نہیں ہے' خطرے میں ہم لوگ ہیں جو عمریں گزارے جارہے ہیں' ایک دن روزانہ کم ہو جاتا ہے اور ہم اس امید پہ بیٹھے ہیں کہ کوئی کرلے گا۔ کیسی عجیب بات ہے اپنے نان جویں کے لئے ہم کسی پر اعتبار نہیں کرتے کہ جی! آج ہم کام نہیں کرتے کوئی کرلے گا۔ کوئی کیوں کرلے گا؟ ہم خود کرتے ہیں بچے پالنے کے لئے' ہم انتظار نہیں کرتے کہ کوئی کردے گا' گھر بنانے کے لئے ہم یہ نہیں کہتے کوئی بنادے گا' اپنی دال روٹی کے لئے ہم نہیں کہتے کوئی کردے گا' دین کے لئے بات آتی ہے تو کوئی کردے گا' کوئی کردے گا تو ہمیں کیا حاصل ہوگا؟ ہمارے لئے کوئی کیوں کرے گا؟ ہم کیوں نہ کریں گے؟ جب تک ہم یہ کہتے رہیں گے' کوئی کردے گا' تو ہم اسلام کی لذت سے محروم رہیں گے۔ یہ تو کہنا پڑے گا کہ یہ کام میں کروں گا' ہم کریں گے' کسی کا انتظار نہیں اور وقت آرہا ہے۔ ہمارا مقصد سیاست نہیں ہے اس لئے کہ ہمارے پاس تربیتی نظام جو

ہے وہ لوگوں کو اللہ' اللہ سکھانے کا کام جو ہے' یہ اس سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ اس عہد میں معاشرے کی' کسی کے عقیدے کی اصلاح ہو جائے' کسی کے اعمال کی درستی ہو جائے ۔۔۔۔ ہر عہد کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں اس عہد میں جنہیں ذکر الٰہی کی مجالس نصیب ہوتی ہیں وہ اپنے زمانے کے لوگوں سے الگ ہو جاتے ہیں' نیک ہو جاتے ہیں' بھلے ہو جاتے ہیں' عقائد کی اصلاح ہو جاتی ہے اور یہ بہت اہم کام ہے جو ہم کر رہے ہیں اس لئے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ حکومت و سیاست جو لوگ کر رہے ہیں وہی کرتے رہیں لیکن کریں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق اور اگر ایسا نہیں ہوگا تو پھر اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سب جہاد کے ذریعے ہوگا اس میں کوئی شبے والی بات نہیں۔ یہ درخواستوں سے نہیں ہوگا' عرض کرنے سے نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اسلام کسی بنی ہوئی دیوار میں چنا نہیں جاسکتا' کسی رنگ میں ملایا نہیں جاسکتا کہ ایک ڈھیر ہے اس پر ہرا رنگ پھیر دیں اسلام ہو جائے گا' ایسا نہیں ہوسکتا' اسلام سارے کفر کو مٹا کر اس کی جگہ اپنے قدم جماتا ہے۔ اب یہ کہا جائے کہ جو موجودہ نظام ہے اس میں پیوندکاری کی جائے' ٹانکے لگائے جائیں تو اسلام ہو جائے گا تو یہ اسلام کے ساتھ مذاق ہے۔ یہ سب کچھ جو باطل ہے اس سارے کو ختم کر کے اس کی جگہ ایک ایک جزو جو احکام کا ہے وہ شریعت پیامبر ﷺ سے آئے گا تب اسلام ہوگا اور اتنا حوصلہ حکمرانوں میں نہیں ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ ان کی سمجھ میں بات ہی نہیں آتی' وہ یہ سوچ ہی نہیں سکتے کہ کوئی مغرب سے کٹ کر زندہ رہ سکتا ہے۔ کوئی امریکہ سے ادھار نہ لے کر روٹی کھا سکتا ہے۔ وہ یہ سوچ ہی نہیں سکتے کہ رزق کا کوئی اور بھی ذمہ دار ہے یا کسی اور ذریعے سے بھی آسکتا ہے۔

ابھی کل بھی بڑی بحث ہوتی رہی' میں نے سمجھانے کی کوشش کی کہ صرف عشر اور زکوٰۃ جو ہے ملک کی اگر باقاعدہ جمع کی جائے تو جتنا ریونیو آپ جمع کرنا چاہتے ہیں اس سے زیادہ ہو جاتا ہے۔ وہ کہہ رہے تھے جی چار سو ارب جمع ہوتی ہے آمدن اور چھ سو چھبیس ارب خرچ ہے سال کا پھر دو سو چھبیس ارب کہاں سے آئیں گے۔ لیکن اگر زکوٰۃ عشر اور صدقات کو ہی شمار کیا جائے تو مجھے دو چار مہینے پہلے کی بات ہے عمران خان بتا رہے تھے کہ میرے ہسپتال کا ماہانہ خرچ دو کروڑ روپے ہے اس کی تعمیر پہ جو اربوں لگ گئے وہ الگ' جو مشینیں خریدی گئیں وہ الگ' اب جو رننگ خرچ چل رہا ہے اس پہ دو کروڑ ماہانہ خرچ ہو رہا ہے اور دو کروڑ ماہانہ زکوٰۃ آرہا ہے یعنی اگر ایک انسٹی ٹیوشن جو لوگ سال میں چوبیس کروڑ دے دیتے ہیں کہ یہ خرچ کر رہا ہے غریبوں کی بہتری پر تو اگر باقاعدہ بیت المال ہو' اس کے مصارف صحیح ہوں اور اسے صحیح جگہ پہ خرچ کیا جائے بلکہ مقروض کا قرضہ اتارنا تو زکوٰۃ کا سب سے اعلیٰ مصرف ہے اور آپ کے چودہ کروڑ مسلمان مقروض ہیں تو یہ اربوں روپے جمع کر کے کیوں نہیں قرضہ اتارتے؟ کیوں ضائع کرتے ہیں؟ پھر اس کے ساتھ عدل ضروری ہے کسی بھی نظام پر عمل کرانے کے لئے' جب عدل میں کوتاہی آتی ہے تو اس پر عمل چھوٹ جاتا ہے۔

ایک معزز قبیلے کی ایک خاتون چوری میں پکڑی گئی اس پر چوری ثابت ہوگئی' اب قاضی نے حکم دے دیا کہ ہاتھ کاٹ دیا جائے تو وہ اپیل لے کر بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور کچھ سفارش بھی کروائی کہ یارسول اللہ ﷺ اسے معاف کر دیا جائے اس کی جگہ جرمانہ ہم دے دیتے ہیں۔ معزز گھرانے کی بچی ہے غلطی ہوگئی' ساری عمر اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہوگا تو ہر کوئی پوچھے گا بدنامی ہوگی پورے قبیلے کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پہلی امتیں اسی لئے تباہ ہوئیں کہ غریب سے قصور ہوتا تو اس پر حد جاری ہو جاتی امراء سے ہوتا تو انہیں معاف کر دیا جاتا اور آپ ﷺ نے فرمایا اگر فاطمہؓ، محمد ﷺ کی بیٹی پر بھی جرم ثابت ہو جاتا تو میں ان کی سفارش بھی نہ کرتا۔ یہ ہے ضرورت نظام عدل کی۔ کہ اگر عدل نہیں ہوگا تو کوئی بھی نظام آپ نافذ کر دیں وہ اپنا کام نہیں کر سکے گا چہ جائیکہ آپ نفاذ میں ہی حیلے بہانے سے کام لیتے رہیں۔ ہاں ایک بات ہے اور یہ بڑی خطرناک بات ہے' حکمران اہل وطن کو ایک بار پھر دھوکا

دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ جی! ہم اسلام نافذ کر رہے ہیں اور میرے خیال میں ہمیں اس دھوکے میں نہیں آنا چاہئے کیونکہ اسلام ادھورا نہیں ہوتا۔ میں نے کل بھی حکمرانوں سے یہ گزارش کی ہے۔ کہ آپ کوئی بھی سسٹم ادھورا نہیں دے سکتے۔ سارے کا سارا مشکل ہے تو میں نے کہا سارے کو چھوڑ دو۔ سارا اگر مشکل ہے تو جو ادھورا ہوگا وہ اسلام نہیں ہوگا۔ اس کے ساتھ حقوق و فرائض ہوں گے اس کے ساتھ ایک نظام عدل ہوگا جو ان پر عمل نہیں کرے گا اس کو اسلامی سزائیں ملیں گی اس کا طریقہ تفتیش اسلامی ہوگا' اس کی عدالتیں اسلامی اور شرعی ہوں گی' فیصلہ دینے والے لوگ شریعت سے اور حالات سے واقف ہوں گے۔ انہوں نے کہا! اس طرح کے ہمارے پاس بندے ہی نہیں ہیں۔ میں نے کہا جی بندے تو چودہ کروڑ ملک بھرا ہے' بندے کیوں نہیں ہیں؟ ہاں اگر آپ یہ انسسٹ کریں کہ آپ نے انہی مہروں سے کام لینا ہے یہ آپ کی مرضی ورنہ ملک میں تو ٹیلنٹ بڑا ہے' سب سے زیادہ ٹیلنٹ اس قوم میں ہے۔ ایک سے ایک اعلیٰ دماغ اور ایک سے ایک شریف آدمی' ایک سے ایک نیک آدمی موجود ہے' تو بہر حال خدا کرے مجھ ہی کو دھوکہ لگا ہو۔ لیکن جو میں نے سمجھا ہے وہ یہ ہے۔ مجھے بھی اس لئے طلب کیا گیا تھا کہ آپ بھی تعاون کریں۔ میں نے کہا جی! ہمارا تعاون شریعت کے ساتھ ہے آپ کے ساتھ نہیں۔ آپ شریعت نافذ کریں ہم آپ کے خادم ہیں' لیکن آپ شریعت کے نام پر لوگوں کو دھوکہ دینا چاہیں تو اس میں ہم شامل نہیں ہوں گے۔ چونکہ ہماری وفا اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ہے اور غیر مشروط ہے اور کسی کو اس میں شبہ نہیں ہونا چاہئے' کسی حکمران کو' کسی سیاست دان کو' کسی کو یہ غلط فہمی نہ رہے کہ ہمیں وہ کچھ دے کر خرید سکیں گے۔ نفاذ

> یہ کونسا ایمان ہے جب بندہ کہے کہ میں اللہ کو مانتا ہوں' نبی ﷺ کو مانتا ہوں' اللہ کی کتاب کو مانتا ہوں مگر مجبوری ہے اطاعت نہیں کر سکتا

شریعت اور بقائے اسلام ہی ہمارا مقصد' ہماری منزل ہے۔ شیطان اپنی سی کوشش کرتا رہتا ہے شاید یہ بھی اس کی ایک کوشش ہو کہ اسلام کے نام پر کچھ دو چار باتیں گھڑ کے پھر چھٹی کرا دی جائے لیکن ایسا ہونے نہیں دیا جائے گا انشاء اللہ۔ اور اسی وطن عزیز پر پورے کا پورا اسلام نافذ ہوگا بہت اچھی بات ہے اگر حکمران کر دیں' ہم ان کے ساتھ ہیں۔ اگر نہیں کریں گے تو یہ محروم رہیں گے اسلام نافذ ہوگا انشاء اللہ العزیز۔

اور یہ یاد رکھئے کہ وہی بندہ بہت خوش نصیب ہوگا جو نفاذ اسلام کی کوشش میں اپنا حصہ ڈالے گا۔ مجھے کوئی خوش فہمی نہیں ہے کہ یہ بڑی آسانی سے ہو جائے گا اور نہ مجھے یہ خوش فہمی ہے کہ یہ لوگ آسانی سے مان لیں گے۔ مجھے پتہ ہے یہ دونوں کام بڑے مشکل ہیں لیکن بندوں کے لئے مشکل ہیں اس کے لئے مشکل نہیں ہیں جس نے تین سو تیرہ کو ایک ہزار کے لشکر جرار پر فتح دے دی۔ تو آج پھر وہی صورت حال بنتی جا رہی ہے۔ اس میں سب سے عجیب کردار ہمارے بعض دینی رہنماؤں کا ہے۔ ان کے انداز سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ وہ بھی یہ چاہتے ہیں کہ کچھ دو تین شقیں کر کے گزارا کر لیا جائے۔ کچھ اس میں ہماری اہمیت بھی ہو جائے اور بس بات ختم ہو جائے۔ کچھ لوگوں کی مجبوریاں بھی ہیں ہم نے الاخوان کی بنیاد رکھی نفاذ دین کے لئے اللہ کرے اب دین نافذ ہو جائے تو اس چیز کی ضرورت باقی نہیں رہتی پھر لوگ اپنا کام کریں پھر اس کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یہ بات ہمارے مذہبی لیڈروں کو کھا جاتی ہے کہ اسلام نافذ ہو جائے اور ہماری جماعت کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔ نہ چندہ آئے' نہ دفتر کھلیں' نہ گاڑیاں نہ ٹی-اے ڈی-اے' نہ وہ وی آئی پی ٹریٹ منٹ' نہ کوئی عزت' نہ کوئی وزیر بلائیں' نہ کوئی سفیر تو کیا فائدہ؟ اس لئے وہ بھی کوئی ماٹھا سا اسلام چاہتے ہیں' ہولا سا کہ جس پہ ان کی وہ جماعت بازی بھی چلتی رہے اور اسلام بھی چلتا رہے اور یہ ہماری سب سے بڑی بدنصیبی

ہے' یہ ہماری سب سے بڑی کمزوری۔ اگر اللہ کریم انہیں جرأت رندانہ دے دے کہ ہمیں ان جماعتوں کی ضرورت نہیں ہے اور نہ جماعت بازی کی' اسلام نافذ ہو تو ہم سب کچھ وائنڈاپ کر دیں گے اگر ہو گیا تو از خود ہو جائے گا نہ کوئی زکوٰۃ دے گا نہ کوئی قربانی کے چمڑے دے گا نہ کوئی خیرات دے گا۔ کون دے گا پھر؟ جماعتیں چلانے کے لئے پیسے کہاں سے آئیں گے؟ تو یہ دینی جماعتوں کی بقا کی جنگ ہے کہ اسلام کا نام لینا چھوڑ دیں تو نہیں بچتیں' اسلام نافذ ہو جائے تو نہیں بچتیں' تو اسی صورت حال کو جاری رکھا جائے کہ کرو' کرو ورنہ ہم مار دیں گے اڑا دیں گے کرو' کرو۔ جب کہ ہمیں اس میں کوئی ڈر نہیں ہم کہتے ہیں آج اسلام نافذ کر دو آج ہی الاخوان وغیرہ ختم کر کے ہم تو اللہ اللہ کریں گے' ہمارے پاس تو اس کی فرصت ہی نہیں ہے۔

لیکن نظر یہ آتا ہے کہ بالاخر یہ بات بنوک شمشیر منوائی جائے گی۔ کوئی غلط فہمی نہیں ہے۔ اور نہ میں چاہتا ہوں کہ اگلوں کو غلط فہمی رہے' بے شک حکمرانوں کو بھی بتاؤ حکومت کو بھی پتہ ہو حکومت کے کارندے یہاں بھی موجود ہوں گے وہ بھی لفظ لفظ لکھتے ہیں انہوں نے بھی بچے پالنے ہیں' غریب لوگ ہیں' ملازمتیں ہیں ٹھیک ہے جو سنتے ہو لکھو بھائی اور ضرور بتاؤ۔ اس لئے کہ ایسا ہونے والا ہے۔ اور بڑے خوش نصیب لوگ ہوں گے وہ جنہیں اللہ یہ توفیق دے گا کہ وہ وطن عزیز پر اسلام نافذ کریں اور پھر وہ پھیلتا جائے روئے زمین پر اور ہر قدم پر اور ان کے درجات بلند ہوتے چلے جائیں یہ بھی یاد رکھئے امام شافعیؒ نے شکایت کی اپنے شیخ سے' استاد سے' جن سے پڑھتے تھے کہ مجھے سبق یاد نہیں رہتا تو امام شافعیؒ کے دو شعر ہیں فرماتے ہیں۔ حضرت وکیعؒ ان کے استاد تھے فرمایا میں نے اپنے استاد سے وکیعؒ سے اپنے حافظے کی خرابی کی شکایت کی۔

> جہاں کفر ہو گا وہاں اسلام نہیں ہو گا' جہاں اسلام آئے گا وہاں سے کفر کو جانا ہو گا یا کفر ہو گا یا اسلام ایسا اسلام جس پر کفر بھی راضی رہے وہ اسلام نہیں ہو گا

انہوں نے مجھے فرمایا کہ گناہ کرنا چھوڑ دو میں نے شکایت یہ کی کہ سبق یاد نہیں رہتا حافظہ صحیح نہیں ہے تو انہوں نے فرمایا کہ گناہ کم کیا کرو چھوڑ دو گناہ کرنا۔

لان العلم نورمن اله
و نور الله لایعطی العاصی

کہ دین کا علم اللہ کا نور ہے اور گناہگاروں کو نور نصیب نہیں ہوتا یہ نفاذ دین جو ہے یہ دین ہی اللہ کا نور ہے اور اللہ کا نور بانٹنے والی قندیلیں اگر خود غلاظت سے بھری ہوں تو انہیں اس کام پہ نہیں لگایا جاتا۔

اس لئے اس غلط فہمی میں نہ رہئے۔ ہمیں جہاد کرنا ہے دوسرے جو جی چاہے کرتے رہیں۔ میں مجاہد تنظیموں کے حالات سے واقف ہوں انہوں نے جہاد کے نام پر اپنے آپ پر سب کچھ حلال کر رکھا ہے۔ جی میں آیا نماز پڑھی' ہم مجاہد ہیں جی ہمیں کیا ضرورت ہے۔ کبھی دو رکعتیں پڑھیں جوتوں سمیت مسجد میں دندنا رہے ہیں' جوتے پہنے ہوئے یہ مجاہد ہیں جی! مجاہد کے لئے کیا انسانیت باقی نہیں رہتی؟ کیا صحابہؓ مجاہد نہیں تھے؟ نبی اکرم ﷺ کی قیادت میں لڑنے والے مجاہد نہیں تھے؟ آج تک چودہ صدیوں میں جو لڑتے رہے مجاہد نہیں تھے؟ تو یہ غلط تصور ہے کہ ہم بڑا کام کر رہے ہیں ہمیں چھوٹے چھوٹے کاموں کی ضرورت نہیں۔ انہی لوگوں کو توفیق ارزاں ہو گی جو مخلص ہوں گے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت میں اور مقدور بھر کوشش بھی کرتے ہوں گے۔ گناہ کا ہو جانا خطا کا ہو جانا الگ بات ہے اس کو رویہ بنا لینا الگ بات ہے۔

تو میرے بھائی پوری محنت کیجئے ذکر اذکار میں دل روشن ہو اور دل کی روشنی ہدایت کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور آدمی کو گناہ سے بچاتی ہے خود کو خطاؤں سے بچانے کی کوشش کرو کہ اللہ کریم ہمیں نفاذ اسلام کے لئے قبول فرمالے تو دونوں باتوں کا خیال رہے نفاذ اسلام بھی کبھی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے پائے اور اللہ کی اطاعت میں بھی سستی نہ آنے پائے اللہ کریم آپ کا حامی و ناصر ہو۔

کلامِ شیخ

ہے زلف گرہ گیر بھی اک قید کا ساماں
اس قید میں کچھ اور ہی لذت ہے مری جاں

لے آئے کہاں گھیر کے افکار زمانہ
گرداب بلا دہر ہے ننھی سی مری جاں

دانش تو ملے کوچہ و بازار میں ہر جا
مل جائے کہیں تجھ کو جنوں دیکھ مری جاں

دل وصل کا طالب ہوا کیوں لب نہیں کھلتے
بچھڑے ہیں اسی جسم میں آپس دل و جاں

میں اس کے لئے کرتا رہا اور دعائیں
وہ لوٹ کے دل کو میرے کرتا رہا ویراں

ہار مار کے پھینکا تھا یہ احسان تھا تمہارا
اب دیکھنے آئے ہو تو اک اور ہے احساں

کیا خاک سمجھ پائے گا لیلیٰ کے اشارے
رل جائے گا صحرا میں مجنوں پریشاں

خاموش تھے خاموش ہیں خاموش رہیں گے
بتلائے گا دنیا کو یہ درد دل ویراں

احسان ہے سیماب پہ یادوں کا تمہاری
کٹتی ہے رفاقت میں سیہ رات مری جاں

سیماب اویسی

مجلس ذکر (5)

تحریر۔ پروفیسر عبدالرزاق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا"

چھ لطائف ان کی تربیت۔ سالک پر ان کے اثرات اور سالک کی عملی زندگی سے ان کا تعلق بیان ہو چکا۔ اب ساتویں لطیفے کا بیان ہوگا۔ اس لطیفے کا اصطلاحی نام سلطان الاذکار ہے۔ اسے لطیفہ قالبیہ بھی کہتے ہیں۔

قلب جب منور ہو جاتا ہے تو قالب پر اثر انداز ہوتا ہے۔ باطن کا جب تزکیہ ہو جاتا ہے تو ظاہر اس کی شہادت دیتا ہے۔ بیٹری جب چارج ہو جاتی ہے۔ ٹارچ میں جب نئے سیل ڈالے جاتے ہیں تو روشنی پھیلنے لگتی ہے۔ سیل کے بغیر ٹارچ محض کھوکھا ہے ایک کھلونا ہے جس کام کے لئے اسے بنایا گیا وہ کام نہیں دے سکتی۔ بیٹری اگر ڈاؤن ہو گئی ہے یا ختم ہے تو موٹر خواہ کتنی قیمتی ہو سواری کا کام نہیں دے سکتی۔ باطن کا جب تک تزکیہ نہ ہو تو ظاہر آوارگی اور بے مقصدیت کا شکار ہو جاتا ہے۔ قلب جب تک منور نہ ہو قالب پر ظلمتیں چھائی رہتی ہیں۔ تزکیہ باطن یا لطائف کا جاری ہونا۔ منور ہونا' راسخ ہونا ایسا ہے جیسے بیٹری چارج ہو گئی۔ سٹیم کا ذخیرہ ہو گیا اب اس بیٹری یا سٹیم سے کام لینا ہے یہ سب فیلڈ ورک کے لئے تیاری تھی عملی کام کی بنیاد تھی۔

انسان جب کوئی کام کرتا ہے تو آلہ کار اس کے اعضاء ہوتے ہیں باطن سے ارادہ اٹھتا ہے حرکت میں آجاتے ہیں اور یہ قالب یا جسم چند اعضاء کا مجموعہ ہی تو ہے۔ سلطان الاذکار کی تربیت یوں ہوتی ہے کہ اسم ذات کا ذکر کرتے ہوئے اس کا اثر سارے قالب میں جاری وساری ہو جائے جیسے بجلی کے مثبت تار کو جب مس کیا جائے تو برقی رو سارے جسم میں دوڑ جاتی ہے۔ رواں رواں محسوس کرتا ہے اسی طرح سلطان الاذکار سے سارے بدن کو' تمام اعضاء کو' بال بال کو' خون کے ہر قطرے کو ذاکر بنایا جاتا ہے۔ اس لطیفہ کے راسخ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ رگوں میں جو خون دوڑ رہا ہے اس میں صلاح و تقویٰ کے کارپسل شامل کر دیئے گئے۔ اس نے ذہن کو جو قوت دی اس سے اس کی سوچ کی سمت رضائے الٰہی کی طرف ہو گئی ہاتھ اٹھے تو مخلوق کی بہتری کے لئے اور حق کی معاونت کے لئے' آنکھوں نے حق کے بغیر دیکھنے سے انکار کر دیا۔ کان حق کی آواز سننے پر آمادہ رہے۔ غرض جسم کا ہر عضو حق کی سربلندی اور مخلوق کی بہتری میں مشغول ہو گیا۔ چونکہ قرب الٰہی کا مدار عمل پر ہے اور

اس عمل کا مدار اعضاء پر ہے۔ اس لئے فرائض کی ادائیگی کے متعلق سوال بھی انہی سے ہوگا۔

ارشاد باری ہے کہ

ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسؤلا"

انسان کو جو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ زیادہ تر سامعہ اور باصرہ سے ہی ہوتی ہے اور ان معلومات کی روشنی میں عمل کا ارادہ قلب سے اٹھتا ہے اس لئے انہی سے باز پرس بھی ہوگی اور ان قویٰ سے غلط کام لینے والے اس کا اعتراف کریں گے۔ اور کہیں گے۔

لوکنا نسمع اونعقل ماکنا فی اصحاب السعیر

یعنی اگر ہم اہل اللہ سے اللہ کی باتیں گوش ہوش سے سنتے یا خود صحیح سمت میں سوچتے تو آج دوزخ ایندھن نہ بنتے۔

یعنی ایک نکتہ ضمناً سامنے آگیا۔ انسان دو قسم کے ہی پائے جاتے ہیں زیادہ تر وہ لوگ ہیں جو اہل علم پر اعتماد کر کے ان کی بات سن کر زندگی کی راہ متعین کرتے ہیں ان کو ارباب تقلید ہی کہا جا سکتا ہے۔ دوسرے وہ ہوتے ہیں جو ماہرین پر اعتماد کرنے کی بجائے خود تحقیق کی کوشش کرتے ہیں اگر وہ تحقیق کے واقعی اہل ہوں اور تحقیق کے لئے مطلوبہ شرائط بھی پوری کریں تو راہ ہدایت پا لیتے ہیں۔ صرف اہل حق کی تقلید سے بدکتے ہیں اور چونکہ ہر مدعی تحقیق اور منکر تقلید محقق تو ہوتا نہیں اس لئے انہیں تقلید کرنا ہی پڑتی ہے۔ تو آیت کے اس ٹکڑے سے معلوم ہوا کہ دوزخ سے

بچنے اور نجات حاصل کرنے کے دو ہی ذریعے ہیں۔ اہل فن کی تقلید یا حقیقی تحقیق۔

جوابدہی اور مواخذے کی بات چلی ہے تو کہیں یہ خیال نہ آنے پائے کہ عمر بھر جس زبان سے جھوٹی سچی بیان بازی سے کام لیتے ہیں کیا اس وقت یہ گنگ ہو جائے گی؟ بات یہ ہے کہ زندگی کے سارے اعمال صرف زبان ہی سے نہیں ہوتے جسم کے تمام اعضاء اپنی اپنی استعداد کے مطابق کاروبار حیات میں حصہ لیتے ہیں۔ پھر انسان اس زبان کو سچ اور جھوٹ دونوں جگہ استعمال کرنے کا عادی ہوتا ہے۔ مثلاً" کاغذ پر انگوٹھا لگایا۔ زبان سے انکار کر دیا۔ میرا انگوٹھا نہیں مگر وہ نقوش جب ماپ کر سامنے آتے ہیں تو فیصلہ دے دیتا ہے کہ یہ انگوٹھا اسی کا ہے زبان نے تو انکار کر دیا مگر ہاتھ انکار نہ کر سکا۔ تو وہاں بھی مواخذے کے وقت کچھ ایسی کیفیت ہوگی۔

ارشادِ باری ہے۔

الیوم نختم علی افواھھم وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم بما کانو یکسبون(65:36)

یعنی وہاں بولنے کی اجازت نہ ہوگی۔ بلکہ انسان دیکھے گا کہ ہاتھ بولتے ہیں' پاؤں بولتے ہیں اور صاف صاف اقرار کر رہے کہ اس بھلے مانس نے ہم سے یہ کام لیا۔

دوسرے مقام پر مواخذے کا منظر ذرا تفصیل سے کھینچا گیا ہے۔

حتی اذا ماجاؤھا شھد علیھم سمعھم وابصارھم وجلودھم بما کانو یعملون(20:41)

یعنی جب وہ جواب دہی کے لئے پیش ہوں گے۔ ان کے کان ان کی آنکھیں بلکہ ان کی کھالیں ان کے خلاف گواہی دیں گی۔ یہ سن کر وہ لوگ حیرت میں ڈوب جائیں گے کہ یہ تو ہمارے صفائی کے گواہ تھے۔ انہیں کیا ہو گیا مگر بات سوچ تک ہی محدود نہ رہے گی کہ

وقالو لجلودھم لم شھد تم علینا قالو انطقنا اللہ الذی انطق کل شیئی وھو خلقکم اول مرۃ (21:41)

اپنی کھالوں سے کہیں گے اے ہماری بے زبان کھالو! تمہیں بولنے کا یارا کیسے ہوا۔ جواب دیں گی۔ ارے عقل کے اندھو اور خالق کی قدرت سے آنکھیں پھیر لینے والو' جس نے گوشت کے ایک ٹکڑے' زبان کو وہاں قوت گویائی دی تھی کیا یہاں ہمیں گویائی دینے کی قدرت نہیں رکھتا۔

لطیفہ قالبیہ کی تربیت کا اثر یہ ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے ہر عمل پر کڑی نگاہ رکھتا ہے۔ کان آنکھ' زبان بلکہ تمام اعضاء کے استعمال میں محبوب کی پسند کو سامنے رکھتا ہے۔ اس کے کان کوئی نامناسب آواز سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اس کی آنکھ کسی ناروا منظر کی طرف اٹھ نہیں سکتی۔ خواہ وہ کتنا مرغوب ہی کیوں نہ ہو اس کی زبان سے نامناسب کلمات ادا نہیں ہو سکتے اس کے پاؤں غلط سمت میں اٹھنے سے انکار کر دیتے ہیں اس کے ہاتھ کسی کی ایذا دہی کے لئے گویا شل ہو جاتے ہیں۔ اس کی سوچ کا نقطہ ماسکہ رضائے الٰہی کے حصول کی تدابیر کے سوا کچھ نہیں رہتا۔

اگر تزکیہ باطن نہ ہو یا ایسا ہو کہ لطیفہ قالبیہ پر اثر انداز نہ ہو تو انسان کی حالت بالکل اسی طرح ہو جاتی ہے جیسے کسی موٹر کا ٹائی راڈ کھل گیا ہو۔ سٹیرنگ گو ڈرائیور کے ہاتھ میں ہے مگر موٹر اس کے بس میں نہیں کسی دیوار سے ٹکرائے یا کسی کھڈ میں گرے۔ ڈرائیور اسے روک نہیں سکتا۔ ایسے مناظر دیکھنے ہوں تو اپنے گردو پیش نظر دوڑائیں۔ نوجوان نسل کے مشاغل پر نگاہ کریں۔ آپ بے اختیار کہہ اٹھیں گے۔ ان بے چاروں کے ٹائی راڈ کھل چکے ہیں بلکہ سرے سے موجود ہی نہیں۔

ریڈیو یا ٹرانسٹر کے گرد جمع نوجوانوں کو دیکھئے جب کسی گانے کا آغاز ہونے لگتا ہے۔ تو پہلے ساز بجتا ہے اس پر مقابلے ہوتے ہیں گانا شروع نہیں ہوا۔ مگر جوان بتا دیتے ہیں یہ فلاں فلم کا گانا ہے۔ فلاں مغنیہ نے گایا ہے۔ نگاہیں آوارہ ہو چکی ہیں۔ کان اس زہر کے رسیا ہو چکے ہیں۔ بڑے بوڑھے کچھ عرصے پہلے ان مناظر کو دیکھتے تھے مگر ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کی تصویر بنے رہے۔ اب تو یہ عالم ہے کہ خاندان کے بڑے اپنے کنبے کو لے کر بڑے اہتمام سے ریڈیو اور ٹی وی کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں اور فحش گانوں اور عریاں تصاویر کو دیکھ کر لطف اندوز ہونے میں جوانوں کے ساتھ برابر کے شریک ہیں گویا اب ڈرائیور نے بھی سٹیرنگ سے ہاتھ اٹھا لیا اور کہنے لگے۔

تو بھی بدل امیر زمانہ بدل گیا

آپ کہیں گے ایسا محتاط اور اس درجے کا ہوشیار کون ہو سکتا ہے کہ اس کے جسم کے

کسی حصے سے کوئی لغزش نہ ہونے پائے۔ واقعی ایسا کوئی نہیں' یہ کام صرف انبیائے کرام ہی کا ہے۔ درست! مگر اس کا علاج بھی حکیم مطلق کے نمائندے نے بتایا ہے۔ مگر لغزش اور ڈھٹائی میں فرق ہوتا ہے۔ غلط اور "مستی" دو مختلف چیزیں ہیں۔ ڈھٹائی خود کشی ہے لغزش بیماری ہے اور ہر بیماری کا علاج موجود ہے۔ اس کا علاج بتانے والے نے بتایا کہ

التائب من الذنب کمن لا ذنب له

یعنی جو ٹھوکر کھا کر پچھتایا' جسے لغزش کے بعد ندامت ہوئی اس کے متعلق یہ سمجھا جائے گا کہ جیسے لغزش سرے سے ہوئی ہی نہیں اس انابت کے بعد اگر تلافی مافات کے لئے کوشاں ہو گیا تو اعلان ہے کہ

ان الحسنات یذھبن السیئات

کہ اطاعت اور انابت لغزش کے اثر کو محو کر دیتی ہے۔ ممکن ہے حساس آدمی اس سے بھی کسمسائے کہ نیکیوں نے برائیوں کو مٹا دیا مگر برائی کا نشان تو پکار پکار کر کہے گا پہلے یہ حرکت ہوئی کیا منہ دکھائیں گے مگر اللہ بڑا کریم ہے۔ وہ تو برائی کا نشان بھی محو کر دے گا آپ دیکھتے نہیں کہ اس نے اپنے شاہکار انسان کو وہ عقل عطا فرمائی کہ وہ اپنی برائیوں کو خود اس طرح محو کر سکتا ہے کہ اس کا نشان تک نہیں رہنے دیتا آپ پوچھیں گے وہ کیسے۔ دیکھئے کسی گانے کے رسیا نے کوئی فحش گانا ٹیپ کر لیا۔ کہ جب جی چاہا اس کے مزے لیں گے مگر اس کے ضمیر نے کچوکا دیا۔ انسانیت جاگ اٹھی خیال آیا اس ریل کو ضائع کر دیں مگر مادی ذہن ایسے نقصان کو برداشت کرنے پر آمادہ نہ ہوا۔ تجویز سوچی کہ اس پر کسی اچھے قاری کی قرات یا کوئی نعتیہ کلام ہی ٹیپ کر لیں۔ ایس کر ڈالا۔ دیکھئے وہی کیسٹ ہے جس پر فحش گانا ٹیپ یا تھا۔ مگر اب اس کا نشان تک باقی نہ رہا۔ اسی طرح نیکیاں برائیوں کو محو کر دیں تو کیا بعید ہے بلکہ اس کی شان کے لائق ہی یہی ہے۔ ایک اور مژدہ سنیئے ارشاد ہوتا ہے۔

خیر الخطائین التوابون

خطا کار برا سہی مگر ان بروں میں سے کچھ اچھے ہیں۔ وہ کون؟ وہ خطا کار جن سے لغزش ہو جائے تو ابلیسیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس پر اکڑتے نہیں۔ اس پر اصرار نہیں کرتے بلکہ نادم ہو کر گڑگڑا کر اپنے رب سے معافی مانگتے ہیں۔ اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عزم مصمم کر لیتے ہیں۔

لطیفہ قالبیہ کے راسخ ہونے پر سالک کو اپنی عملی زندگی کے ہر پہلو کا جائزہ لینا ہے۔ خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی کہ باطن کے تزکیہ نے اس کے ظاہر کو بھی بدلا ہے یا نہیں گویا سلوک کی ابتدا بھی یہ ہے کہ انسان کے ظاہر و باطن کو سنوار دیتا ہے۔ اس کی فکر و عمل کی دنیا میں خوشگوار اور صالح انقلاب آ جاتا ہے۔ انفرادی طور پر وہ ایک اچھا انسان اور اجتماعی اعتبار سے وہ معاشرے کا بہترین فرد بن جاتا ہے۔

مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جب باطن میں انوار جاگزین ہوتے ہیں
تو اعضاء اس کی شہادت دیتے ہیں۔

سلوک کی بنیاد یہ لطائف ہیں۔ اس لئے تصوف و سلوک کی تربیت کے لئے ہر مکتب فکر میں ابتدائی طور پر یہ لطائف کرائے جاتے ہیں - قادریہ نقشبندیہ چشتیہ ' سہروردیہ ہر سلسلہ میں ان لطائف کو سلوک کی بنیاد قرار دیا گیا ہے اور ان لطائف کی تربیت ذکر الہٰی ہے۔ نقشبندیہ میں ابتدا ہی سے ذکر خفی کرتے ہیں اور انتہا بھی ذکر خفی پر ہوتی ہے۔ باقی سلسلوں میں مبتدی کو ذکر لسانی جہری کرایا جاتا ہے۔ ذکر جہر جسے حنفیہ کے فتاویٰ شامی میں بدعت کہا گیا ہے کہ وہ کسی سلسلے کے کسی محقق نے کبھی نہیں کرایا اور جو جہر بدعت نہیں وہی کراتے ہیں اس کے لئے بھی چند شرائط ہیں۔ اول جہر مفرط نہ ہو زیادہ سے زیادہ جہر متوسط ہو۔ دوئم اس جہر سے کسی کی نیند' آرام یا عبادت میں خلل نہ آئے اگر کسی مبتدی کی پراگندہ خیالی جہر متوسطہ سے دور نہ ہو یا اسے یکسوئی حاصل نہ ہو سکے تو اسے آبادی سے دور بھیج دیتے ہیں کہ وہاں جا کر تدبیر کی حد تک اتنی اونچی آواز سے ذکر کرے کہ خیالات کی پراگندگی دور ہو جائے۔

ذکر الہٰی یا تو نفی اثبات کا کرایا جاتا ہے یا اسم ذات کا پھر نفی اثبات میں بھی ذکر کے چار درجے رکھے اول ذکر ناسوتی یعنی "لا الہ الا اللہ" دوسرا ذکر ملکوتی "الا اللہ" تیسرا ذکر جبروتی "اللہ" چوتھا لاہوتی یعنی ھو ھو نقشبندیہ میں زیادہ تر ذکر اسم ذات ہی کرایا جاتا ہے باقی سلسلوں میں بھی ذکر جہر صرف مبتدی کے لئے ہوتا ہے۔ بعد میں سب ذکر خفی کراتے ہیں کیونکہ اصل ذکر تو ذکر خفی قلبی ہے۔ اس کی فضیلت حدیثوں میں بیان ہوئی ہے۔ سب لطائف جاری ہو گئے تو گویا روح میں وہ قوت پیدا ہو گئی کہ ایک طرف جسم کے اعمال کو صحیح

سمت پر لگادے' دوسرا اس میں قوت پرواز پیدا ہو گئی کہ اپنے وطن اصلی کی طرف سرگرم سفر ہو سکے۔ اور لطیفہ قالبیہ میں یہ استعداد پیدا ہو گئی کہ جسم اور اس کے اعضاء روح کی اس باطنی قوت کے بل بوتے پر اور اس کی رہنمائی میں صحیح رخ پر حرکت کرنے لگیں۔ یعنی فکر صحیح ہو گئی' سوچ درست ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ پر یقین پختہ ہو گیا' اخلاق سنور گئے۔ معاملات میں کھرا پن آگیا' یعنی انسان صحیح معنوں میں اللہ کا بندہ بن کر زندگی بسر کرنے کے قابل ہو گیا۔

ساتوں لطائف پر باری باری توجہ کر کے ذکر الٰہی کرنے کے بعد لطیفہ قلب پر توجہ کر کے ذکر الٰہی کرایا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سب ظاہری اور باطنی خوبیوں کا اصل مرکز یہ قلب ہی تو ہے۔ جس کے متعلق ارشاد نبویؐ ہے۔ کہ یہ درست ہوا تو سارا نظام درست ہو گیا۔ اور یہ بگڑا تو سارا نظام بگڑ گیا۔ اصل سرچشمہ یہی ہے کہ جس سے فکر و عمل کے سوتے پھوٹتے ہیں ساری روحانی قوت کا ذخیرہ اسی میں رکھا جاتا ہے۔ تمام سٹیم اسی میں بھری جاتی ہے۔ ایک طرف تو یہ سارے سبق کا اعادہ ہے دوسری طرف اس حقیقت کو ازبر کرنا کہ ساری کوششیں اس کے سنوارنے میں صرف کرنی ہے اس کا عکس باقی سارے لطائف پر پڑتا ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است
وز ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

یار لوگوں نے اسے عمل سے جی چرانے کا بہانہ بنالیا ہے حالانکہ دل سے مراد دل خود ہے یعنی اپنے دل پر اپنے جذبات پر اپنے ارادوں پر اپنی خواہشات پر قابو پانا سیکھو اس پر کنٹرول کرنے کا سلیقہ اپناؤ۔ ورنہ دل میں آوارگی کے جذبات ہیں۔ ارادے متزلزل ہیں خواہشات میں سفلی رجحان ہیں تو اس غلیظ دل کو لے کر کعبہ بھی جاؤ گے تو کون سی دولت سمیٹ کے لاؤ گے گندے برتن میں تو کوئی پانی ڈال کر پینا بھی گوارا نہیں کرتا کعبہ جا کر کعبہ والے کی محبت کے لئے پہلے اپنے دل کا ظرف تو اس قابل بنالو۔ اس کا رخ تو سیدھا کر لو۔ اگر اس کا رخ غیر کی طرف رہا تو یہ جسم کو کب اللہ کی طرف' اللہ کی رضا کی طرف' اللہ کے قرب کی طرف' اللہ کی محبت کی طرف' قدم اٹھانے پر آمادہ کر سکے گا۔

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ تن تیرا نہ من

آپ کہیں گے کہ لوگ لطائف چھوڑ' سلوک کے اونچے مقامات پر پہنچ جانے کے مدعی ہوتے ہیں مگر ان کی عملی زندگی اس کی شہادت نہیں دیتی بلکہ ان کے عمل کو لوگ ہدف ملامت بناتے ہیں اور تصوف و سلوک پر پھبتیاں کستے ہیں' اسے رہبانیت قرار دیتے ہیں۔ بے عملی کا طعنہ دیتے ہیں معاشرے کے لئے ایک بوجھ خیال کرتے ہیں۔ آخر یہ کیوں ہے؟

تو اس سلسلے میں پہلی بات یہ ہے کہ دعویٰ اور حقیقت میں فاصلہ ہوتا ہے' ہر دعویٰ زبان سے نکلتے ہی حقیقت نہیں بن جایا کرتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ چیز جتنی قیمتی ہو اسی مناسبت سے اس کی نقالی بھی ہوتی ہے۔ جعل ساز حرکت میں آجاتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ جعلی کرنسی تیار ہو جاتی ہے مگر جعل ساز نقلی پیسے نہیں بنایا کرتے وہ کوشش کرتے ہیں کہ ہزار کا نوٹ بنے یا کم از کم پانچ سو کا تو ضرور بنے۔ وہ لاکھ کوشش کریں آخر پکڑے جاتے ہیں یا کم از کم جعلی نوٹ تو پہچان لیے جاتے ہیں۔ ان جعلسازوں کی وجہ سے اگر کوئی اصل کرنسی کا ہی انکار کر بیٹھے تو ذرا ایسا کر کے دیکھے۔ اس کی زندگی کی ضرورتیں کیونکر پوری ہوتی ہیں۔

دیکھیے کتنے عطائی اور مجمع باز شہروں اور بستیوں میں مجمع لگائے دکھائی دیتے ہیں دوائیں بیچ رہے ہیں۔ آنکھوں کے آپریشن کرتے تے ہیں۔ سادہ لوح مخلوق ان کی چرب زبانی کی وجہ سے دھوکا کھا جاتی ہے مگر انہیں دیکھ کر کوئی شخص فن طب اور میڈیکل سائنس کی افادیت کا انکار کر دے تو اسے کون عقلمند کہے گا۔ اس لئے نقل کو دیکھ کر اصل سے دل برداشتہ ہو جانا بھلا کہاں کی دانشمندی ہے۔

اصل کے نمونے دیکھنا چاہو تو تاریخ کے اوراق جھانک کر دیکھو' ان لوگوں کی زندگی کا ایک پہلو' دعوت و تبلیغ ہی دیکھو اور یہ پہلو انسانیت کی اصل خیر خواہی اور حقیقی خدمت ہے۔ اپنے ملک کے حالات پڑھیئے چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔

1- شیخ اسماعیل لاہوری رحمۃ اللہ علیہ =1005ء میں لاہور میں آئے۔ ان کی دعوت سے ہر روز سینکڑوں آدمی اسلام قبول کرتے تھے۔

2- سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ =1072ء غزنوی دور میں دعوت و تبلیغ کے لئے اپنا وطن چھوڑ کر

آئے۔ اور لاہور میں دین حق پھیلایا۔

3- خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ =1237ء کے حالات دیکھیے صرف ایک سفر میں دہلی سے اجمیر جاتے ہوئے 700 ہندو ان کے ہاتھ پر اسلام لائے۔

4- بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ =1324ء پانی پت کے راجپوتوں کو مسلمان کیا۔

5- بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ =1185ء ملتان کے مضافات کو نور اسلام سے منور کیا۔

6- سید جلال بخاری رحمۃ اللہ علیہ =642ھ اوچ میں آئے جھنگ شہر آباد کیا۔ راجپوتوں کے کئی قبیلوں کو مسلمان کیا۔

7- سید جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ بخارا کے تھے کاشغر کا بادشاہ تیمور خاندان ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔

8- سید جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے 1244ء میں بنگال میں اسلام پھیلایا۔

پندرھویں صدی میں سوڈان میں سلسلہ قادریہ کے بزرگوں نے اسلام پھیلایا' سندھ میں سید یوسف الدین نے دس برس میں 700 خاندان مسلمان کئے۔ یہ فہرست بڑی طویل ہے۔ شوق ہو تو آرنلڈ کی "پریچنگ آف اسلام" کا مطالعہ کیجئے۔

اپنے ملک میں خاندان ولی اللہ کی خدمات کا جائزہ لیجئے۔ علمی خدمات کے علاوہ ارباب اقتدار کے ہاتھوں جو مصائب دیکھے ان کا انکار کوئی کیسے کر سکتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پڑھیئے' کسی راہب یا تارک دنیا کو کوئی حکمران بھلا قید و بند کا تحفہ دیتا ہے؟ مغل شہنشاہ جہانگیر کو آخر ایک "راہب" کے آگے جھک جانے کی کیا مجبوری تھی۔ کوئی کہاں تک شمار کرے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اصل اور نقل میں تمیز کرنے کا سلیقہ سیکھیے اور نقل سے دھوکا کھا کر اصل کا انکار کر دینے کی جرات نہ کیجئے۔

حقیقی تصوف و سلوک کا خاصہ ہے کہ انسان کو صحیح معنوں میں عملی انسان بنا دیتا ہے۔ وہ اللہ کا بندہ اور مخلوق کا خادم بن کر اللہ کی زمین پر زندگی کے دن گزارتا ہے۔

سعادت روح کی کس بات میں ہے آپ کیا جانیں
کہ کالج میں کوئی اس علم کا ماہر نہیں ہوتا

منافق کو سردار مت کہو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " منافق کو سردار مت کہو' اس لئے کہ اگر ایسا ہوا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کیا"۔

مقام شیخ

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

بمقام جامعہ اویسیہ لاہور

مورخہ 21-2-97

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هوالذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله وکفی بالله شهیدا (الفتح ۲۸)

آج میں چاہوں گا کہ سلسلہ عالیہ کے توسل سے' یا احسان و سلوک کا تزکیہ اور تصوف کے حوالے سے' برکات نبوی علیٰ صاحب الصلوۃ والسلام پر بات ہو سکے۔

رسول اللہ ﷺ نے علوم الٰہیات کا دروازہ کھولا۔ لوگوں کے پاس معاشیات کے علوم تھے' سیاسیات کے علوم تھے' دنیا کے دوسرے فنون حرب و ضرب کی باتیں تھیں' لیکن بجز نبی اور رسول کے "الٰہیات" پر پوری تاریخ انسانی میں کسی نے لب کشائی نہیں کی۔ اس لئے کہ یہ موضوع محنت و مجاہدے سے' مشقت سے' سکولوں میں پڑھنے سے یا اساتذہ کے پاس جانے سے حاصل نہیں ہوتا! یہ وہ علم ہے جو من جانب اللہ بخشا جاتا ہے جسے وہبی کہتے ہیں۔

کہ اللہ کی طرف سے عطا کیا جاتا ہے۔ نبوت کسبی چیز نہیں ہے کہ کوئی محنت کر کے نبی بن جائے۔ مجاہدہ کر کے نبی بن جائے' اپنی نیکی و پارسائی کے زور پر نبی بن جائے یا اپنے علم اور دانش کے زور پر نبی بن جائے۔

ایسا نہیں ہوتا بلکہ نبوت وہبی ہے اور اللہ عطا کرتا ہی اپنی مرضی سے۔ جنہیں چاہتا ہے انہیں اپنے لئے چن لیتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے حادثاتی طور پر نہیں چنا کہ آج موڈ آگیا تو آج چن لیا بلکہ جب کائنات بنی کائنات پیدا ہوئی' ارواح پیدا کی گئیں ابھی وجود نہیں تھے تو بھی انبیاء علیہم السلام کی ارواح کے پاس وہ کمال اور وہ انتخاب اللہ کا موجود تھا۔ اسی لئے عالم ارواح میں جو بات ہوئی اس میں بھی ارشاد ہوتا ہے۔

و اذا اخذالله میثاق النبین

جب نبیوں سے اللہ نے وعدہ لیا۔ حالانکہ وہ بات عالم ارواح کی تھی اور اس میں وجود نہیں تھے۔ صدیوں بعد اپنے وقت پہ ہر ایک کو وجود نصیب ہوا۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کی ارواح جو تھیں انہیں بھی نبی کہا گیا ہے۔ نبوت اللہ کریم عطا فرماتے ہیں اور نبی وہ ذات ہوتی ہے جو ذات باری کے اور بندے کے درمیان واسطہ بن جاتی ہے کسی بھی مخلوق میں نبی کے بغیر ذات باری کو پہچاننے کی کوئی سبیل موجود نہیں ہے۔ حتیٰ کہ عہد فطرت میں جب کوئی نبی موجود نہیں ہوتا تو جو شرائط ایمان کی ہیں وہ یہ نہیں ہیں کہ وہ اللہ کو مانتا ہو یا اللہ کی صفات کو جانتا ہو' نہیں! بلکہ کائنات کو دیکھ کر' اس کے نظام کو دیکھ کر یہ اندازہ تو کرلے کہ کوئی اس کا چلانے والا ہے کوئی اس کا بنانے والا ہے اور جو ہے اس کا ثانی کوئی نہیں۔ اپنی مرضی سے چلا رہا ہے کسی کے مشورے کا محتاج نہیں۔ کسی کی اجازت کا محتاج نہیں۔ کسی کی مدد کا محتاج نہیں۔ ایسی کوئی احتیاج ہوتی تو کہیں کوئی گڑ بڑ ضروری ہوتی' کہیں کوئی جھگڑا ضرور ہوتا۔ نظام اگر اتنی پابندی سے چل رہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ چلانے والا جو ہے وہ اکیلا ہے' لا شریک ہے' کسی کی اجازت کسی کی مدد' کسی کے تعاون کا محتاج نہیں تو یہ اس کی نجات کے لئے کافی ہے۔ اسے مومن تصور کیا جائے گا۔ بشرطیکہ کسی نبی کی تعلیمات اس تک نہ پہنچی ہوں۔ یعنی مظاہر قدرت سے بھی انسانی عقل و شعور اگر سلامت ہو تو یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ کوئی ہے اس کائنات کو چلانے والا۔ کون ہے' کیسا ہے' یہ اندازہ نہیں کر سکتا۔ اس بات کا پتہ تب چلتا ہے جب اللہ کا نبی اور

اللہ کا رسول بتائے۔ نبی اور رسول صرف بات بتاتا نہیں ہے بات کو سمجھنے کی استعداد عطا کرتا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ جب تک کسی انسان کا نبی کے ساتھ تعلق قائم نہ ہو اور اس میں ایمان نہ آئے اس وقت تک اس مین بات سمجھنے کی استعداد نہیں ہوتی۔ اور جوں جوں وہ برکات زیادہ آئیں جوں جوں وہ برکات بڑھتی جائیں اس کو قرآن حکیم نے فرمایا فزادتہ ایمانا ان کا ایمان زیادہ ہو جاتا ہے' ترقی کرتا جاتا ہے۔ جتنا تعلق نبی علیہ الصلواۃ والسلام کے ساتھ مضبوط ہوتا جاتا ہے' جتنا یقین بڑھتا جاتا ہے' اتنی ہی استعداد اللہ کو جاننے اور پہچاننے کی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اور اسی کا نام ایمان کی زیادتی ہے۔

اب یہ دو بڑے عجیب شعبے ہو گئے ایک تو یہ کہ جو باتیں نبی بتاتا ہے وہ نبی کے بغیر کوئی بتا نہیں سکتا۔ ہمارے جتنے علوم ہیں دین کی حوالے سے وہ ساری تعلیمات نبوت ہیں اور نبی علیہ الصلواۃ والسلام کے علاوہ کوئی دوسرا ایسا نہیں ہے جو وہ باتیں بتانے کی اہلیت رکھتا ہو۔ کوئی ایسا نہیں ہے جو ان میں ترمیم کر سکے۔ کوئی ایسا نہیں ہے جو ان میں کوئی بات داخل کر سکے۔ اور کوئی ایسا نہیں ہے جو ان میں سے ایک جملہ حذف کر سکے' یہ کسی کے بس کی بات نہیں ہے اس لئے کہ اگر حضور ﷺ نہ بتائیں تو کوئی جانتا ہی نہیں' جان سکتا ہی نہیں۔ آپ اس کا اپنے طور پر اندازہ کیجئے کہ دنیا میں بڑے بڑے دانشور' بڑے بڑے محقق' بڑے بڑے سائنسٹ موجود ہیں اور میڈیکل سائنس کو دیکھ لیجئے کہاں کہاں کہاں انہوں نے کتنے اصول اور کتنے ضابطے وضع کئے اور پھر کیا خود ہی اس کی تردید نہیں کی انہوں نے؟ یہ بہت کم ایسا ہوا تاریخ میں چند ایسے نظریات ہمیں سائنس کے ایسے ملتے ہیں جن کی تردید بعد میں آنے والوں نے کی۔ بڑے تھوڑے دو چار نظریات ایسے ملتے ہیں کہ جو کافی عرصہ چلتے رہے اور دوسری تیسری چوتھی پشت میں آ کر دوسروں نے ثابت کیا کہ نہیں یہ بات اس طرح نہیں اس طرح ہے۔ اکثر وہ ہیں کہ جنہوں نے نظریہ قائم کیا خود انہوں نے اس کی تردید بھی کی اور یوں آج تک چلا جا رہا ہے۔ کوئی بھی سائنس دان بڑے سے بڑا سائنس دان کوئی ایسا (Authentic) فارمولا نہ دے سکا جس میں کبھی تبدیلی کی ضرورت محسوس نہ ہو' جو حرف آخر ہو۔

اسی طرح آپ قانون کو دیکھ لیں دنیا کے بڑے چنے ہوئے دماغ حکومتوں میں جمع ہوتے ہیں Selected لوگ مل بیٹھتے ہیں اور وہ ملک کا آئین و دستور بناتے ہیں۔ کسی ملک کا کوئی ایسا دستور پیش کیجئے جس میں خود بنانے والوں کو ترامیم نہ کرنا پڑی ہوں۔ کوئی ایک بھی پیش نہیں کیا جا سکتا۔ جس میں اصلاح کی ضرورت اس کے ساتھ ساتھ نہ رہی ہو۔ جب انسانی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے تو پھر بات جا کر رکتی ہے ایک ہستی حضرت محمد ﷺ پر کہ آپ ﷺ نے جس شعبہ زندگی کا جو اصول بتا دیا وہ حرف آخر ہے اور صحیح ترین ہے نہ اس میں ترمیم کی کبھی گنجائش پیدا ہوئی اور نہ کرنا پڑی اور نہ کوئی کر ہی سکتا ہے۔ چودہ صدیوں سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ جو اصول حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے دیئے وہ زبان و مکان او رنگ نسل و کی قید سے بالاتر تھے۔ جس طرح اہل عرب کے لئے قابل عمل تھے اس طرح اہل چین اہل امریکہ کے لئے یا دنیا کے دوسرے ممالک کے لئے قابل عمل تھے اور چودہ صدیوں سے دنیا کے ہر گوشے میں ان پر جنہیں توفیق نصیب ہے عمل کئے جا رہے ہیں۔ جبکہ امریکہ کا طرز معاشرت اگر کوئی یہاں اختیار کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔ یہاں کا طرز سیاست امریکہ میں کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ کتنے ہمہ گیر اصول تھے کہ جو دنیا پہ اپنائے گئے اور دنیا پہ قابل عمل ثابت ہوئے اور دنیا پہ انہوں نے اپنا نفع بخش ہونا ثابت کیا۔ چپر زمانہ انہیں پرانا نہ کر سکا اور آج بھی اسی طرح قابل عمل بھی ہیں اور اسی طرہ ان میں وہ سارے مفادات اور منافع بھی موجود ہیں۔

جنگی ماہرین کی رائے ہے جو بین الاقوامی سطح پر قبول کی گئی ہے کہ کسی بھی لڑاکا فوج میں لڑنے والے لوگ جو ہوتے ہیں' جو Devoted ہوتے ہیں' جو جان دینا چاہتے ہیں جو لڑنا چاہتے ہیں۔ وہ دس فیصد ہوتے ہیں' نوے فیصد وہ لوگ ہوتے ہیں جن پر جنگ مسلط کی جاتی ہے' جو پھنس جاتے ہیں ساتھ۔ آرمی میں بھرتی ہو گئے جنگ میں پھنس گئے' کسی ذریعہ کسی طریقے سے کہیں گھر گئے پھنس گئے یعنی ہر لڑنے

والی فوج میں دس فیصد وہ لوگ ہوتے ہیں جو لڑنا چاہتے ہیں اور نوے فیصد وہ ہوتے ہیں جو جنگ سے بیزار ہوتے ہیں لیکن مجبوراً انہیں لڑنا پڑ رہا ہوتا ہے۔ اور ان دس فیصد کے ساتھ وہ نوے فیصد لڑتے رہتے ہیں اگر یہ (Percentage) بڑھ کر بیس فیصد ہو جائے دنیا کی کسی فوج میں بیس فیصد لوگ لڑنا چاہتے ہوں اور اسی فیصد جنگ سے بیزار بھی ہوں تو وہ دنیا کی بہترین فوج ہوتی ہے۔ اور اسے شکست دینا ممکن نہیں رہتا۔ یہ جنگی ماہرین کا تجزیہ ہے اب اس کی مثال اگر نبی ﷺ میں تلاش کریں تو واحد جرنیل ہیں محمد ﷺ جنہوں نے وہ فوج بنائی جس کے سوفیصد DEVOTED لوگ تھے۔ واحد فوج ہے روئے زمین پر وہ ہنڈرڈ پرسنٹ DEVOTED تھی اور جس کا ہر سپاہی جان دینا چاہتا تھا۔ اللہ کی برکات اپنی جگہ۔ ایک سبب یہ بھی تھا جو تیس ہزار کو تین لاکھ پہ غالب کر دیتا ہے۔ جو تین لاکھ تھے ان میں شاید پانچ فیصد لڑنے کے لئے آئے تھے اور پچانوے فیصد لائے گئے تھے۔ اور جو تیس ہزار تھے وہ تیس کے تیس ہزار جان دینا چاہتے تھے۔ تائید باری اپنی جگہ' برکات نبوی ﷺ 'اپنی جگہ لیکن اس کے جو دینوی یا انسانی معاشرے کی جو اس پر خصوصیات ہیں وہ بھی نظرانداز نہیں کی جاسکتیں۔ آپ مثال نہیں پیش کرسکتے۔ تاریخ انسانی میں کہ کوئی ایسا جرنیل پیش کرے بجز انبیاء و رسل علیہم السلام کے۔ ہر نبی کے ساتھ اگر لڑنے والی فوج کا یہی حال ہی تو ہر نبی خوشہ چین ہے برکات محمد ﷺ کا اور نبیوں کے ساتھ بھی برکات کا وہی عالم نظر نہیں آتا۔

موسیٰ علیہ السلام کی فوج تھی نا جس نے کہہ دیا تھا فاذهب انت و ربک فقاتلا آپ اور آپ کا رب جا کر لڑیں انا ھھنا قاعدون ہم تو یہ بیٹھے ہیں یہ مسلمان تھے۔ اور یہ صحابی تھے موسیٰ علیہ السلام کے صحابی تھے اور بنی اسرائیل میں سے تھے۔

یعنی یہ خصوصیت صرف محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا ہوئی حضرت موسیٰ السلام علیہ السلام اللہ کے اولوالعزم رسول ہیں اور کلیم اللہ ہیں۔ لیکن یہ کمال آپ ﷺ کا ہے کہ آپ کے ساتھ اگر دس تھے تو دس شہید ہونا چاہتے تھے اور اگر دس ہزار تھے تو دس ہزار شہید ہونا چاہتے تھے۔

اتنے بندے اس طرح کے کیسے بن گئے۔ یہ پہلو ہے برکات نبوی علیہ الصلوۃ السلام کا یعنی حضور ﷺ نے صرف تعلیمات نہیں دیں' برکات دیں اور حضور ﷺ نے استعداد پیدا کر دی ان تعلیمات کو سمجھنے کی اور جاننے کی اور جب لوگوں کے شعور اتنے بیدار ہو گئے کہ تعلیمات نبوی ان کے شعور میں جاگزیں ہوگئیں تو وہ جان لٹانے پر آمادہ ہو گئے۔ یہ پروانہ صفت تب بنے جب نور نبوت نے ان کے شعور میں یہ باتیں ثبت کر دیں کہ موت ہی زندگی ہے۔ یہ جو وسعت تھی فکر کی' یہ جو وسعت تھی شعور کی' یہ جو وسعت تھی دل کی' یہ وسعت تھی بات کو سمجھنے کی۔----- ایک تو تھا کہ باتیں بتائیں' قانون بتائے' اصول بتائے' زندگی کے مختلف شعبوں کے سیاست کے' معشیت کے' عدالت کے' معاشرے کی تشکیل کے' ذاتی زندگی کے' عبادات کے' معاملات کے' یہ سارے اصول ﷺ نے بتائے اور ایسے بتائے جو ساری انسانیت کی لئے تھے اور ہیں اور رہیں گے اور ایسے بتائے جو کبھی کسی تبدیلی کے محتاج اور اصلاح کے محتاج نہیں ہیں۔ لیکن اس اتنی قیمتی بات کی قیمت ان لوگوں کو سمجھ میں آئی جن کے دل میں وہ شعور بھی پیدا ہو گیا کہ وہ ان کی اہمیت کو سمجھ سکیں اور جہاں صرف بات زبانی کلمے تک رہی زبانی ایمان تک رہی اور قلب میں وہ شعور نہ آیا وہاں یہ ساری باتیں موجود ہیں' حج کرتے ہیں پھر کیوں حرام کھاتے ہیں' کیوں نہیں رک جاتے نمازیں پڑھتے ہیں حج کرتے ہیں' تسبیحات پڑھتے ہیں' تبلیغ کرتے ہیں' چلے لگاتے ہیں' اللہ اللہ کرتے ہیں' وظیفے پڑھتے ہیں' تلاوت کرتے ہیں اور پھر جھوٹی گواہی کیوں دیتے ہیں۔ یہ سارا کچھ کرنے کے بعد ظلم کے خلاف کیوں کھڑے نہیں ہوتے' اس لئے کہ یہ ساری باتیں ان کی سماعت میں تو آتی ہیں دل میں نہیں اترتیں۔ سنانا اور بات ہے اور دل میں اسے جگہ دینا اور شعوری طور پر اسے سمجھنا یہ دوسری باتی ہے۔ ایمان سننے کا نام نہیں ہے ایمان شعوری اور فکری طور پر سمجھنے اور یقین کرنے کا نام ہے۔ اس لئے وہ شعبہ ان تعلیمات کی نسبت زیادہ اہم ہے جو ان

تعلیمات کو سمجھنے یا دل میں جگہ دینے کی استعداد پیدا کرتا ہے۔ اس لئے قرآن حکیم نے اس کو تعلیمات سے پہلے رکھا

یتلوا علیھم ایتہ و یزکیھم و علیھم الکتاب والحکمتہ (العمران ۱۶۴)

فرائض نبوت میں تزکیے کو پہلے رکھا کہ حضور ﷺ ان کا تذکیہ فرماتے پھر انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے تاکہ وہ تعلیم ان کے لئے راہ عمل بن جائے۔ وہ ان کے لئے علم بن جائے خبر نہ رہے۔ ساری باتیں جاننا یہ خبر کے درجے میں رہتا ہے۔ جب تک انہیں ماننے کی استعداد پیدا نہ ہو جائے اور ماننے کی استعداد تب پیدا ہوتی ہے جب برکات نبوت ﷺ دل نشیں ہوں' سینے میں آئیں' دل میں وہ وسعت پیدا ہو' فکر میں وہ بیداری پیدا ہو' شعور میں وہ بیداری پیدا ہو اور وہ باتیں محض سماعت سے ٹکرا کر بندہ ان کی داد نہ دیتا رہے کہ مقابلتاً بہت خوبصورت بات ہے' دنیا کے مقابلے میں یہ بات بہت اچھی ہے' نظام ہائے عالم کے مقابلے میں بہترین نظام ہے' یہ تو خبر کے درجے میں ہے۔ علم تب ہو گا جب بندہ تڑپ اٹھے کہ اس کے بغیر زندگی بے کار ہے یہ درجہ علم کا ہوتا ہے۔

یہ جامع صفات ذات تھی صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی۔ آپ ﷺ کے عہد ستودہ صفات میں بھی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کی خصوصیات متفرق تھیں۔ کسی کو آپ میدان شجاعت' میدان کارزار کا بہادر مانتے ہیں' داد شجاعت دینے والا مانتے ہیں۔ کسی کو آپ فقیہہ سمجھتے ہیں۔ دوسرے کو آپ سخی کے اعتبار سے جانتے ہیں۔ تیسرے کو آپ کسی اور حوالے سے جانتے ہیں۔ اسی طرح یہ خصوصیات تقسیم ہو گئی تھیں اور پر تو جمال مصطفیٰ ﷺ کا کوئی نہ کوئی پہلو ہر کسی میں موجود تھا۔ ہمہ گیری صفت حضور ﷺ کی تھی اور آپ ﷺ کی ذات سے کوئی نہ کوئی پہلو ہر کسی کو نصیب ہوتا گیا اور اس میں وہ دنیا کی قیادت کی اہلیت پا گیا۔ محدثین نے شعبہ حدیث کو سنبھالا اور اللہ کریم نے اتنا کام لیا محدثین سے کہ انہوں نے حضور ﷺ کے فرمائے ہوئے ایک ایک لفظ کو پوری امانت و دیانت کے ساتھ آنے والی نسلوں تک پہنچایا اور اس میں عمریں کھپا دیں۔ شعبہ تفسیر وجود میں آگیا۔ فقہاء نے قانون کا' فقہ کا شعبہ لیا' عدل و انصاف کا شعبہ لیا اور اس میں جو نقش ثبت فرمائے تھے حضور ﷺ نے انہوں نے عمریں صرف کر کے اگلوں تک وہ پہنچائے۔ سب سے نازک شعبہ وہ تھا جو صوفیاء نے لیا اور تفسیر فقہ اور حدیث سمجھنے کی استعداد اگلوں تک پہنچائی۔ انوار و برکات رسالت ﷺ کو زندگیاں صرف کر کے حاصل کیا اور عمریں صرف کر کے اگلوں کو پہنچایا' بغیر کسی منصب کے لالچ کے' بغیر کسی اجرت کے لالچ کی بغیر کسی طمع کے محض اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کو راضی رکھنے کے لئے محض رضائی باری کی خاطر ان کی عمریں جہاں گردی میں اور صحرا نوردی میں بسر ہو گئیں۔ وہ اپنوں سے بچھڑ گئے بیگانوں میں رہے۔ عمر بھر دشت نوائی کی' ساری عمر مسافر رہے' زندگیاں راستوں پہ بسر کر گئے۔ جہاں موت آئی وہاں پیوند زمین ہو گئے۔ آج آپ دیکھتے ہیں سینہ زمین پر کہ کہاں کا رہنے والا کہاں آسودہ خاک ہے۔ کیا کام تھا وہ گڑ بیچنے آیا تھا وہاں؟ تجارت کرنے آیا تھا؟ کوئی ذاتی غرض تھی؟ کوئی مال کمانے آیا تھا؟ نہیں محض وہ برکات نبوت ﷺ تقسیم کرتے کرتے جہاں زندگی ساتھ چھوڑ گئی وہاں پیوند خاک ہو گیا۔ یہ بڑے عجیب لوگ تھے اور بڑی ایک نرالی سج دھج کے لوگ تھے جنہوں نے ساری زندگی دوسروں کے لئے بسر کر دی اور ایک ایک فرد کے لئے ایک ایک انسان کے لئے اپنی زندگی کی راحتیں قربان کرتے چلے گئے اور سب سے بڑی دولت جو تھی وہ اللہ کی مخلوق کو ان لوگوں کے طفیل ملی۔ علوم نبوت کم دولت نہیں تھی لیکن جن میں ان علوم کو سمجھنے کا شعور نہ ہو ان کے لئے اس کی کیا حیثیت ہے۔

آج ہم معاشرے میں دیکھتے ہیں ہمارے پاس قرآن کریم موجود ہے' ہمارے پاس احادیث کا ذخیرہ موجود ہے' ہمارے پاس فقہ کے قوانین موجود ہیں' لیکن ہم نے ان کو کیا وقعت دی ہے؟ کیا ہمارا سیاسی نظام انہیں (Bother) کرتا ہے؟ ہمارا معاشی نظام انہیں کوئی اہمیت دیتا ہے؟ ہمارا عدالتی نظام ان سے رہنمائی لیتا ہے؟ نہیں لیتا۔ کیوں نہیں لیتا؟ معاشرے کے شعور میں ان کو سمجھنے کا فقدان ہے۔ ان کی جو قیمت و اہمیت ہے

ان میں کمی نہیں آئی' سمجھنے والوں کی استعداد چلی گئی۔ پھر کتنے قیمتی تھی وہ لوگ جنہوں نے استعداد بانٹی اور لٹائی اور آپ اگر تاریخ عالم پہ نگاہ کریں تو چودہ صدیوں میں احیائے دین کا کام جب بھی ہوا کوئی سلطان و میر نہ کرسکا۔ کسی درویش اور فقیر ہی نے کیا۔ سلاطین کے بس کی بات نہ رہی' حکمرانوں کے بس سے بات نکل گئی۔ بلکہ آپ کو یہ ملے گا کہ حکمران تو اپنی عیاشیوں میں کھو کر گمراہ ہو گئے۔ حکمران تو اکبرو جہانگیر بن گئے کوئی مجدد' کھدر پوش اور درویش منش خانقاہ سے اٹھ کر آیا اور اس نے بندوں کو سجدے چھڑا کر اللہ العلمین کے سجدے سے آشنا کر دیا۔ ہر جگہ یہ فکری شعور صوفیوں نے ہی دیا۔ اللہ کے وہ بندے جن کے سینے عشق نبی ﷺ سے منور تھے نور نبی ﷺ سے منور تھے۔ انہوں نے دلوں میں نور بانٹا' شعور بانٹا' فکر بانٹی' فکر کی استعداد بانٹی' اور انہوں نے ذروں کو چمکا کر خورشید آشنا کر دیا۔ کیسے کیسے عجیب لوگ تھے اپنے مطالعے کے مطابق میں نہیں سمجھتا کہ مجھ سے زیادہ بھی کوئی بندہ اس زمانے میں دین سے دور رہا ہو گا۔ میں بالکل دوسری صف کا آدمی تھا جس کے پاس سے بھی دین نہیں گزرا تھا۔ کیسے عجیب لوگ تھے کہ میرے جیسے بندے کو پکڑ کر یہاں بٹھا دیا اور اس قابل بنا دیا کہ میں لوگوں کو دین سکھاتا پھروں۔ ایک ایسا بندہ جسے دین سے مس ہی نہیں' دین سے چڑ ہو ایک ایسا بندہ جس کی ساری توانائیاں دین کے خلاف صرف ہوتی ہوں' اس میں وہ شعور وہ استعداد پیدا کر دی کہ وہ ایک جہان کو دین سکھائے اور جاپان سے افریقہ تک لوگ اللہ اللہ کرنا شروع کر دیں۔ کیا یہ آسان کام ہے؟ میں کسی کی بات نہیں کرتا میرا اپنا وجود زندہ مثال ہے۔ میں خود کو جانتا ہوں آپ لوگ نہیں جانتے۔ آپ لوگوں نے مجھے اللہ اللہ کرتے دیکھا۔ آپ کو کیا خبر میں کون تھا۔ آپ لوگوں کی ملاقات تو میرے ساتھ محراب و منبر پہ ہوئی۔ یہ تو وہ لوگ جانتے ہیں جو مسجد سے باہر مجھے جانتے تھے۔ آپ نے تو مجھے مسجد میں دیکھا لیکن اس بندے کا کمال دیکھو جو مجھے مسجد میں لے آیا۔

یہ وہ بات ہے' جس نے عمر ابن خطاب کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ بنا دیا۔ یہ کام ان لوگوں کا ہے جنہیں ہم شیخ کہتے ہیں۔ یہ کمال اس فن کا ہے جسے ہم تصوف کہتے ہیں۔ یار کتنی عجیب بات ہے کہ ساری عمر لوگ قرآن وحدیث پڑھ پڑھ کر اس فن تصوف کی تردید کرتے ہیں' یہی شعور ہے ان کا۔ چہ جائیکہ وہ لوگوں کو یہ استعداد بانٹتے خود اتنے دور چلے گئے کہ اس کی تردید کرتے پھرتے ہیں۔ کیا یہ محرومی کی انتہا نہیں ہے؟ ایک آدمی دین نہیں پڑھتا قرآن نہیں پڑھتا احادیث نہیں پڑھتا' اس کی بات اور ہے' لیکن کتنے علماء تصوف کے خلاف زور لگاتے پھرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ تو نہیں ہے کہ یہ چیز حق نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان تک خبر پہنچی ان تک علم پہنچا نہیں' اس لئے کہ ان کے اندر علم کی استعداد ہی پیدا نہیں ہوئی۔

ہمارے ساتھ ایک مفتی صاحب ہوا کرتے تھے جو تصوف کے خلاف فتوے دیتے تھے۔ پھر ہم نے دیکھا کہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ اللہ اللہ کرتے تھے۔ میں نے انہیں دیکھا کھڑے کھڑے رویا کرتے تھے۔ آنسو ٹپک رہے ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ کون کہتا ہے کہ یہ غلط ہے۔ میرے ساتھ آؤ میں تمہیں بتاؤں یہی تو زندگی بسر کرنے کا اصل راستہ ہے۔ یہی تو سب سے قیمتی چیز ہے۔

تو میرے بھائی! دین بڑا قیمتی' دین کے اصول بڑے نایاب' اور بے مثل و بے مثال' دینی سیاست بے مثل و بے مثال' دینی عدل بے مثل و بے مثال' دینی معیشت بے مثل و بے مثال' لیکن یار! دو ارب مسلمانوں میں اسے جاننے والے کتنے لوگ ہیں؟ یہ کام تھا اہل اللہ کا جو انہوں نے زندگی بھر کیا اور کرتے جا رہے ہیں۔ اب اس کام کی نزاکتیں بہت ہیں چونکہ یہ کام سارا قلبی دنیا کا ہے کیفیات کا ہے' دلی معاملات کا ہے تو اس میں نزاکتیں بہت ہیں۔

حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اسی طریق تصوف میں مجدد تھے اور مجتہد بھی تھے۔ مجدد اس ہستی کو کہا جاتا ہے جو اس فن کی تجدید کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ کہ جب وہ فن ناپید ہو رہا ہو تو اسی پھر وہ قوت عطا کر دے جس سے اس پہ جوبن آ جائے اور اس کی جسے انگریزی میں Rencwal کہتے ہیں نا اسے تجدید کہا جاتا ہے اسے پھر سے جوان کر دے مجتہد وہ ہوتا ہے جو سلف

صالحین کے ساتھ اس کی مطابقت پیدا کر دے اپنے اجتہاد سے۔ اجتہاد کہتے ہیں سلف صالحین' عہد نبوی 'عہد خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین' عہد تابعین اور تبع تابعین کو دیکھ کر' موجودہ ضرورتوں کا موازنہ کر کے' اس زمانے کے مطابق احکام وضع کئے جائیں اسے اجتہاد کہتے ہیں۔ ہمارے ہاں تو اب اجتہاد یہ ہے ناں کہ کوئی نئی بات کہہ دے تو وہ اجتہاد ہو گیا۔ اجتہاد سے مراد یہ ہوتی ہے کہ عہد حاضرہ کی ضروریات کا جواب سلف صالحین کے ارشادات کی روشنی میں اس طرح سے تلاش کیا جائے کہ ان سے ان کے اس بنائے ہوئے راستے سے روگردانی بھی نہ ہو اور آج کے اس مسئلے کا جواب بھی مل جائے تو حضرتؒ کو یہ کمال بھی اللہ نے دیا تھا کہ وہ مجدد فی التصوف بھی تھے اور مجتہد فی الطریقت بھی تھے۔ اب یہ بات میں اس لئے نہیں کہہ رہا کہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ میرے شیخ تھے۔ یہ ایک حقیقت ہے جو میں عرض کر رہا ہوں۔ الحمد للہ اللہ کریم نے ہمیں ایک ایسی ہستی کے قدموں میں بیٹھنے کی سعادت بخشی جو اس عہد کی بے مثال شخصیت تھی۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے بہت سی باتیں جو اس میں بنیادی حیثیت رکھتی تھیں درمیان سے اڑا دیں اور یہی مجتہد کا کام ہوتا ہے۔ ان بنیادی باتوں میں ایک بات تھی جس پہ میں کچھ عرض کرنا چاہوں گا وہ تھی تصور شیخ۔ تقریباً ہر سلسلہ تصوف میں یہ بات موجود تھی کہ جب بھی ذاکر ذکر کرنے بیٹھے تو وہ اپنے شیخ کا تصور کر لے اور سمجھے کہ شیخ میرے پاس موجود ہے یا شیخ کا تصور کرے اور سمجھے کہ شیخ میرے پاس موجود ہے یا شیخ میرے سامنے ہے یا شیخ کو میں دیکھ رہا ہوں یا شیخ کے پاس بیٹھ کر ذکر کر رہا ہوں تو اس طرح سے وہ ذکر کرے۔ اب اس پہ اہل علم کو بھی اعتراض تھا' علمائے کرام کو بھی اعتراض تھا کہ آدمی یہاں ذکر کر رہا ہے اور سمجھ رہا ہے شیخ میرے پاس ہے ایک دنیا کے دوسرے حصے میں ذکر کر رہا ہے' اس ایک تیسرے میں اور ہر ایک سمجھ رہا ہے کہ شیخ میرے پاس ہے تو شرک کے ساتھ تشبیہ ہو گئی' یہ تو خدائی صفات مانی جانے لگیں۔ بہر حال ان کے اعتراضات اور سوالات بھی موجود ہیں اور ان کے جوابات بھی موجود ہیں اور یہ تصور تھا اس میں کوئی ایسی بات بھی نہیں تھی۔ بیٹا ایک ہوتا ہے اس کے دو بھائی ہیں دو بہنیں ہیں ماں ہے باپ ہے وہ ہزار ہزار میل کے فاصلے پہ بستے ہوں سارے اس کو سوچتے ہیں سارے چشم تصور میں اسے دیکھتے ہیں تو اس میں کوئی خدائی صفات تو نہیں مانی جاتیں۔ ایک تعلق ہوتا ہے ایک رشتہ ہوتا ہے لیکن بہرحال حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کو درمیان سے نکال دیا۔ اس کو نکالنے کے لئے ایک قوت چاہئے تھی۔ صرف آرام سے یہ کہہ دینا کہ اب یہ تصور ہٹا دو اور اسے ہٹا دیا گیا صرف اتنی ہی بات نہیں تھی۔ بات یہ تھی کہ لوگ تصور شیخ میں بیٹھ کر ذکر کرتے انہیں یکسوئی نصیب ہوتی اور آہستہ آہستہ ان کا قلب چل پڑتا تھا تصور شیخ اس میں معاون بھی ہوتا تھا۔ اب اگر اسے کسی نے ہٹانا تھا تو ہٹانے والے میں وہ قوت بھی چاہئے تھی جو بغیر تصور شیخ کے اگلے کو وہ کیفیت دے سکے۔ یعنی ہٹا دینا آسان نہیں تھا کہ نہیں جی اس کو چھوڑ دیں' اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اب ہٹانے والے میں وہ قوت قلبی و باطنی طاقت بھی ہو کہ اس کے حکم کے مطابق یا اس کی متوسلین میں سے دنیا کے کسی گوشے میں کوئی ذکر کرنے بیٹھے تو اسے ذکر کی گرمی محسوس ہو' اسے وہ ارتکاز توجہ نصیب ہو کہ اس کا دل ذکر میں لگے اور اس کا ذکر چل پڑے' یہ قوت بھی ہو تب وہ بندہ منع کرے کہ تصور شیخ چھوڑ دو۔ تو حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس ہمارے سلسلے سے اور بھی بہت سی چیزیں جن کی تفصیل بیان کرنے کی میں کوئی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اور اتنی فرصت اور اتنا وقت بھی نہیں ہے کہ کیا کیا چیزیں پہلے ہوتی تھیں جو حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہٹا دیں۔ اس لئے ہٹا دی کہ کبھی کبھی کچھ لوگوں کو اس سے نقصان بھی ہو جاتا تھا۔ جن کی فکری استعداد اس قابل نہیں ہوتی تھی کہ اتنے خطرناک راستے پر یا آپ جسے رسکی راستہ کہہ سکتے ہیں' کو چل کے سلامت پار کر سکیں تو رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہٹا دیں۔

لیکن میں اب محسوس کرتا ہوں کہ جہاں اس کے یہ نقصانات تھے وہاں اس کا ایک فائدہ بھی تھا۔ فائدہ شائد یہ تھا کہ ہر آنے والا سلسلے میں' جماعت میں'

ذاکرین میں شامل ہونے والا ہر بندہ براہ راست شیخ سے وابستہ ہو جاتا تھا۔ اور دعوت دینے والا صاحب مجاز یا جو اسے ذکر سکھانے والا تھا وہ اس کے لئے محض ایک استاد یا ایک محسن رہتا' شیخ نہیں بن سکتا تھا۔ اس کے ہٹ جانے سے جہاں اور بہت سے فوائد ہوئے ایک نقصان بھی ہوا وہ یہ ہوا کہ لوگوں میں استعداد نہیں تھی کہ کچھ لوگوں کو اجازت ملی ذکر کرانے کی' انہوں نے جن لوگوں کو اللہ اللہ سکھائی ان پر اپنی اہمیت بھی مسلط کر دی اور وہ لوگ بجائے شیخ سے متعلق ہونے کے اس بندے کے ساتھ اٹیچ ہوتے گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس بندے کو اپنی ذات کے بارے میں ایک وہم پیدا ہو گیا کہ میں بھی اب کوئی حیثیت رکھتا ہوں۔ اس کے نتیجے مین وہ بندہ سلسلے سے کٹ گیا۔ یہ عجیب نازک سا رشتہ ہوتا ہے جہاں دل میں دراڑ آئی رشتہ ٹوٹ گیا۔ دلوں کے معاملات ہیں' دل دونوں طرف یکساں نہ ہو تو وہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اب جب وہ شخص ٹوٹا تو ہمارے سامنے ہے کہ ٹوٹنے والوں کے ساتھ کتنے کتنے لوگ ٹوٹ گئے تو وہ کیوں ٹوٹے اس لئے کہ وہ شیخ تک پہنچے ہی نہ تھے۔ وہ رکے ہوئے وہیں تھے۔ یہ نقصان بھی ہوا۔

تو یہ میں سارا اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ یاد رکھیں ان کمالات باطنی میں سارا مدار ایک بندے پر ہوتا ہے جس پر مشائخ کی طرف سے ذمہ داری سونپ دی جائے کہ یہ کام تم کرو جب تک وہ بندہ موجود ہوتا ہے وہ جس کسی کو کام پر لگا دے اس کی حیثیت صرف اتنی ہوتی ہے کہ اگر اسے کہہ دے کہ آج تم نہ کرواؤ آج سے وہ بندہ کروائے گا تو وہ نہ کروائے۔ اس میں جتنی برکات آتی ہیں وہ شیخ سلسلہ کے قلب سے آتی ہیں۔ جن لوگوں کو اللہ نے چشم بصیرت دی ہے وہ دیکھتے ہیں' دیکھ لیتے ہیں کہ بارگاہ نبوی سے' سفینہ اطہر رسول اللہ ﷺ سے جو برکات کی لہر آتی ہے وہ سیدھی شیخ کے قلب پہ آتی ہے اور ایک ایک متوسل تک اس قلب سے ہو کر پہنچتی ہے تو اس میں درمیانی سٹیشن نہیں ہوتے اور یہ اتنا نازک معاملہ ہے کہ جب اللہ نے ہم پر رحم فرمایا' ہم اس سلسلہ میں آئے تو حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے شیخ برزخ میں تھے لیکن انہوں نے سلسلے کی باگ دوڑ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے سپرد نہیں فرمائی تھی تو حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بھی فنافی الرسول ﷺ میں جب بیعت فرماتے تو خود نہیں کرواتے تھے ہماری بیعت بھی جب بارگاہ نبوی ﷺ میں ہوئی تو ہمیں حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ساتھ لے کر شیخ کے مزار پر گئے وہاں جاکر کروائی کہ سلسلے کی باگ دوڑ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ہے اور یہ نعمت یہیں سے ملے گی میں تمہیں ان کے دروازے تک لا سکتا ہوں اس کے بعد سلسلہ منتقل ہوا حضرت رحمتہ اللہ علیہ کو اور پھر ساری برکات حضرت رحمتہ اللہ علیہ سے متعلق ہوئیں۔ یہ ایسا نازک معاملہ ہوتا ہے کہ جسے منتقل ہوتی ہیں۔ اب حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے شیخ کے پاس تھیں تو جب تک انہوں نے مناسب نہیں سمجھا حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو منتقل نہیں کیں تو حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ بھی پابند تھے کہ لوگوں کو جمع کر کے ان کی خدمت میں لے جائیں۔ جب حضرت رحمتہ اللہ علیہ کو منتقل ہو گئیں تو ہم لوگوں کی کوئی حیثیت نہیں تھی ماوشا کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ ہماری حیثیت صرف یہ تھی کہ اگر ہم سے بن سکے تو کسی بندہ خدا کو اس چشم فیض تک پہنچا دیں کہ اس کا بھلا ہو جائے ہم درمیان میں پیر نہیں تھے اور ہم پیر بننے کے لئے آئے تھے۔ ہم اپنی اصلاح کے لئے نہیں آئے تھے۔ اپنے گناہوں سے تائب ہو کر آئے تھے' گناہ کی دلدل سے نکلنے کے لئے آئے تھے' صراط مستقیم کی تلاش میں آئے تھے' اللہ کے نام اس کی یاد اور اس کی اطاعت اور اللہ کے نبی کے ساتھ رشتہ استوار کرنے کے لئے آئے تھے' پیر بننے کے لئے نہیں آئے تھے۔ لیکن یہ انسانی کمزوری ہے کہ جب اسے وہ اہمیت ملنے لگے جو اس کا حق نہیں ہے تو اس سے وہ بڑا خوش ہوتا ہے۔ یہ آپ اپنے اردگرد معاشرے میں دیکھیں۔ ہم لوگ قرض لے کر کیوں دھوم دھام سے شادی کرتے ہیں؟ وہ کچھ نظر آنے کے لئے جو کچھ ہم نہیں ہیں۔ اگر ہم قرض نہ لیں تو پھر ہماری دعوت اس حیثیت کے مطابق ہو گی جو ہماری ہے تو لوگوں پہ ایکسپوز ہو جائے گا کہ یہ بندہ کس حیثیت کا مالک ہے۔ ہم وہ کچھ نظر آنا چاہتے ہیں جو ہم نہیں ہیں۔ تو ہم قرض لے کر دعوت کرتے ہیں۔ اسی ایک بات سے اندازہ ہو جاتا ہے

کہ ہر آدمی یہ چاہتا ہے کہ وہ' وہ کچھ نظر آئے جو وہ ہے نہیں لیکن لوگوں پہ اس کا رعب ہو کہ یہ ایسا ہے یہ ایسا ہے۔ یہی بات یہاں بھی آ جاتی ہے۔ ہم پیر ہوتے نہیں لیکن خود کو پیر منوانے میں ہم خوشی محسوس کرتے ہیں اور یہ وہ نازک مقام آتا ہے کہ پھر جہاں خود سپارہی کی بجائے خود پسندی آ جاتی ہے۔ اور خود پسندی اس راہ کی سب سے بڑی دیوار بن جاتی ہے۔

یہ ساری عبادتیں ساری ریاضتیں ساری محنتیں ضائع کر دیتی ہے۔ ہم نے اپنے اس چالیس سالہ عہد طالب علمی میں اپنے ساتھ کتنے لوگوں کو اس بات پر گرتے دیکھا ہے۔ عجیب بات ہے کہ ساری عمر یہ سبق حاصل کرتے رہے کہ زہر نہیں کھانا اور پھر زہر ہی کھاتے ہیں تو اس سارے تصوف کا حاصل یہ تھا کہ اپنے آپ کو شریعت کے سامنے 'دین کے سامنے' اللہ اور اللہ کے رسول اللہ ﷺ کے احکام کے سامنے ایسے کر دو جیسے غسال کے سامنے میت ہوتا ہے۔ حضرت جی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حاصل یہ ہے تصوف کا کہ شریعت مطہرہ کے سامنے بندہ ایسا ہو جائے جیسا غسال کے ہاتھ میں میت ہو۔ جدھر پلٹے جدھر سے نہلائے' جیسے رکھے' جو کرے اس میں میت کوئی نہ اف کرتی ہے نہ مشورہ دیتی ہے بلکہ تعمیل کئے جاتی ہے۔ اس بے جان میت کی طرح شریعت کے سامنے ہو جائے کہ اس کی کوئی مرضی نہ ہو' اس کی کوئی حیثیت نہ ہو' اس کا کوئی مشورہ نہ ہو' وہ مانتا چلا جائے اب یہ بات سیکھتے سیکھتے جب بندہ اس مقام پہ آ جائے کہ میری مانی جائے تو وہ بالکل الٹ ہو گیا تو اس سے نقصان یہ ہوتا ہے کہ وہ بندہ تو پھر پل بھر نہیں رہ سکتا۔ گر جاتا ہے وہ تو کٹ جاتا ہے اللہ کو کیا پرواہ ہے کہ کس نے کتنے سجدے کئے۔

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے سے
ہزاروں برس گر سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

اور پھر یہ انانیت ہی تو وہ جرم ہے شیطان سے بھی تو یہی سرزد ہوا تھا کہ انا خیر منه خلقتنی من نار و خلقته من طین ۞ میں اس سے بہتر ہوں یہی بات تو اسے مروا گئی تو جس میں جب یہ بات آئے گی' وہ میں ہوں یا آپ ہوں وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو وہ عالم ہو یا انپڑھ ہو جب اس میں شریعت مطہرہ کے مقابلے میں برکات نبی علیہ الصلواۃ والسلام کے ضمن میں اور دین کے معاملے میں اپنی ذات کو اہمیت دے گا۔ وہ نہیں بچے گا۔ لیکن افسوس اس بات کا ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ اس کے ساتھ ضائع ہو جاتے ہیں اور ان کا قصور یہ ہوتا ہے کہ وہ اسی پر تکیہ کئے بیٹھے ہوتے ہیں۔

یاد رکھیں! ہر فرد کو اس مرکز کے ساتھ رابطہ رکھنا چاہئے جو ان برکات کا منبع ہو اور اس کیلئے حوصلہ چاہئے۔ اور ہمت چاہئے لمبی فکروں میں قید ہو کر اپنے آپ کو مجبور محسوس کرنا یہ انسانی کمزوری ہے ہم فکر کرتے ہیں کہ کل کیا ہو گا فلاں کی حکومت بن گئی اس کے ساتھ کیسے رہیں گے۔ فلاں کا اقتدار آ گیا اس میں کیا ہو گا۔ فلاں کے پاس مال و دولت ہے فلاں بڑا تگڑا ہے۔ کیا کسی کے پاس سند ہے کہ یہاں مسجد سے اٹھنے کی توفیق بھی ملے گی یا موت یہیں آ لے گی۔ تو جب اتنا بھی پتہ نہیں تو پھر ان فکروں میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ معاملہ اس کے ساتھ رکھو جس کے ہاتھ میں ڈور بندھی ہوئی ہے۔ جس سے میں اور آپ ڈر رہے ہیں ہمارے پاس کیا سند ہے کہ وہ اقتدار میں رہے گا۔ ہمارے پاس کیا سند ہے کہ اس کی زندگی باقی رہے گی؟ ہمارے پاس کون سی سند ہے کہ وہ ہمارے لئے کچھ کر سکے گا کچھ بھی نہیں۔ یہ سب اوہام ہیں مجبوریاں نہیں ہیں۔ یہی ہماری کمزوریاں ہیں اور یہی ہماری استعداد کی کمی ہے اور یہی شیخ کا کام ہے کہ دل میں وہ جوالہ مکھی بھر دے جو مخلوق کو خاطر میں نہ لائے اور اپنے سارے مفادات ذات باری سے وابستہ کر لے۔ لیکن یہ انہی لوگوں کو نصیب ہو گا جو براہ راست اپنا "معاملہ قلبی" شیخ کے ساتھ وابستہ رکھیں گے۔

یہ میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ دکھ ہوتا ہے لوگوں کو ضائع ہوتے دیکھ کر اور ہونا بھی چاہئے ہم نے چالیس برس گزار لئے اور میں آپ کو دل کی بات کہوں میرے منہ سے کئی دفعہ الفاظ نکلے میرے دل میں کتنی دفعہ یہ خیالات آئے کہ بار الہا! اس بندے کو تیرے پاس لانے کے لے اس کی منت کر رہے ہیں ہم اگر تیرا واسطہ درمیان میں نہ ہوتا تو شاید اس جیسے دس لاکھ بندوں کو گھاس نہ ڈالتے دنیوی اعتبار سے یا انسانی برادری کے اعتبار سے تو شاید ہم اسے پرکاہ کی بھی اہمیت نہ دیتے اب یہ تیری مرضی ہے کہ کتنی عجیب بات ہے کہ ایک آدمی رات دن اللہ اللہ کرتا ہے اور ایک بدکار اور ایک شراب خور کے ساتھ نرمی کے ساتھ پیش آ رہا ہے کہ شاید یہ ادھر آ جائے۔ اس کا بھلا ہو جائے' اس پہ اللہ راضی ہو گا کیا کیا مجبوری ہے اسے

کہ یار اس سے تو وہ راضی ہوگا جس کے ساتھ رات بھر میں بیٹھا رہا ہوں جس کے ساتھ رات بھر میں رہا ہوں جس کے ساتھ میں رات بھر بات کرتا رہا ہوں۔ وہ میری بات تب ہی سنے گا جب میں اس کے بندوں کو اس کے پاس لے جاؤں گا اس کا بندہ تو ہے اس کی اہمیت صرف یہ ہے کہ اس کا بندہ تو ہے اور وہ چاہتا ہے کہ میرے بندے میرے پاس واپس آئیں جو انہیں لے آئے وہ اسے سب سے زیادہ پسند ہے۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے لڑائی پر روانہ کرتے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہزار کافر کو بحالت کفر قتل کرنے سے ایک کافر کو اللہ کے دروازے پہ لے آنا اللہ کو زیادہ محبوب ہے۔ جب جنگ میں یہ معیار ہوں گے تو پھر امن اس کی اہمیت کتنی بڑھ جاتی ہے۔

تو جو بندہ دنیا میں ایک ایک بندے کے پیچھے شراب خانوں میں پھرے جہازوں میں بھٹکے حرام کاروں کے پاس سے گزرے پکڑ پر جائے مغرب کے شہروں میں پھرے اور محض اس کا صرف ایک مقصد ہو کہ کوئی بندہ مخلوق میں سے کوئی ایک طوفان بدتمیزی سے نکل کر رحمت باری کو پالے وہ اپنے سامنے جب لوگوں کو اس سے محروم ہوتے دیکھے تو اس پر کیا بیتتی ہوگی۔ صرف یہ وہ دکھ ہے جو مجھے یہ بات کہنے پر مجبور کر رہا ہے کہ میں آپ کو بتا دوں کہ اس راستے میں یہ خطرات ہیں۔

سو میرے بھائی! اگر کسی ساتھی کو کوئی ذمہ داری سونپی جائے تو وہ محض ایک نوکری ہے کوئی اس کی اہمیت نہیں ہے بلکہ اسے مشکل میں ڈال دیا گیا کہ اپنی جان سنبھالنا مشکل ہے ساتھ دس اوروں کی ذمہ داری دے دی جائے تو یہ تو ایک اور مصیبت ہے۔ میں منبر پہ بیٹھا ہوں اور مسجد میں باوضو بیٹھا ہوں اور اللہ کا دین بیان کر رہا ہوں میں آپ کو واضح طور پر بتا دوں کہ میرے ساتھ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے جب یہ بات کی تھی کہ سلسلے میں کس کو ذمہ دار بنایا جائے تو میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ میں ذاتی طور پر کسی ذمہ داری کے لئے آپ کی خدمت میں نہیں آیا۔ میں اپنی اصلاح کے لئے آیا ہوں۔ آپ مجھے رہنے دیجئے اس کے علاوہ کسی کو بنا دیجئے اور یہ بات پوری دیانت داری سے منبر پر بیٹھ کر علی الاعلان کہہ رہا ہوں کہ میں نے ایسا ہی کہا تھا الفاظ ممکن ہے کچھ بدل گئے ہوں۔ مفہوم یہی تھا اور عجیب بات ہے کہ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ساری ذمہ داری میری گردن پہ ڈال دی لیکن میں نے کبھی نہ اس کی توقع کی تھی نہ تمنا کی تھی اور نہ میں اس لئے آیا تھا اور جب سے یہ میرے ذمہ لگی ہے تب سے اب تک مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہے کہ میں بڑا کوئی اہم آدمی ہوں بالکل نہیں میری ایک ذمہ داری ہے جو مجھے دے دی گئی ہے اور جس کے لئے میں اپنے گناہوں سے زیادہ ڈرتا ہوں کہ میرے ذاتی گناہ تو اللہ معاف کر دے لیکن جو لوگ میری نااہلی یا میری کمزوریوں کی وجہ سے یا میری صحیح تربیت نہ کرنے کی وجہ سے اگر محروم ہو گئے اس کا سوال مجھ پر کیا گیا تو اس کا جواب کیا ہوگا۔ یہ آسان کام نہیں ہے یہ کوئی معتبری نہیں ہے۔

یہ صرف نبیوں کا منصب ہے۔ لیکن اس کو بھی جواب دینا پڑے گا کہ اے اللہ میں نے تیرے احکام پہنچا دئے اور میں نے کوئی کوتاہی نہیں کی اس لئے نبیوں کو خطرہ نہیں ہے لیکن جواب طلبی ہر ایک نبی کی اپنی امت کے ساتھ ہوگی۔ عیسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں ملتا ہے کہ اللہ کہیں گے کہ ءانت قلت للناس اتخذونی و امی الھین من دون اللہ کیا عیسیٰ (علیہ السلام) تم نے کہا تھا لوگوں سے کہ مجھے اور میری ماں کو پوجا کرو۔ وہ کہیں گے یا اللہ میری توبہ' میں نے جو کہا تیرے سامنے کہا تو موجود ہے تو سنتا تھا دیکھتا تھا انہوں نے خود جوڑ لیا میں نے کبھی ایسا نہیں کہا۔ جواب طلبی تو ہوگی۔ نبی تو معصوم عن الخطا ہوتے ہیں۔ نبی سے تو خطا کا صدور ممکن نہیں ہے اس لئے کہ وہ تو محفوظ بھی ہیں مامون بھی ہیں تو ہم تو معصوم نہیں۔ جب کہ جواب دہی ہر شیخ سے ہر اس بندے کے ساتھ ہوگی جو اس کے سلسلے میں آیا کہ تو نے تو اس تک بات پہنچانے میں کمی نہیں کی۔ تو ہم تو معصوم نہیں ہیں ہمیں جواب دینا آسان نہیں ہوگا۔

اس لئے شیخ بننے کی کوشش کوئی بھی نہ کیا کرے یہ بڑا خطرناک کام ہے۔ اپنے گناہ جو ہیں ان سے چھٹکارا مل جائے تو بڑی بات ہے۔ چہ جائیکہ دو لاکھ دس لاکھ بیس لاکھ انسانوں کے ساتھ کھڑا ہو کر جواب دہی کرنا پڑے جو صرف نبیوں کو سزاوار ہے اور اگر کسی کو یہ منصب ملتا ہے تو اس سے گزرنا آسان نہیں ہے۔ اس سے کم تر ہے دینوی حکومت' اس سے کم تر' کروڑوں درجہ کم تر۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ برکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے امین بھی تھے اور ریاست اسلامی کے حکمران بھی تھے تو کسی نے پوچھا آخری وقت میں کہ اے عمر رضی اللہ عنہ آپ کی کوئی خواہش؟ امیرالمومنین نے فرمایا

مال وما علی اللہ میری کسی نیکی، کسی جہاد، کسی دینی خدمت کسی عبادت، کسی ذکر کا کوئی ثواب مجھے نہ دے اور میری کسی ذمہ داری پر میری باز پرس نہ کرے میں راضی ہوں۔ یہ وہ عمر رضی اللہ عنہ تھا جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آسمان ستاروں سے بھرا ہوا ہے رات تھی اور آسمان ستاروں سے بھرا ہوا تھا صاف آسمان تھا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بڑا پسند آیا فرمایا یا رسول اللہ ﷺ کس کی نیکیاں اس طرح جگمگائیں گی اعمال نامے میں جس طرح آسمان ستاروں سے بھرا ہوا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! وہ عمر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں اس طرح ہوں گی۔ وہ عمر رضی اللہ عنہ کہہ رہا ہے کہ میری کسی نیکی کا مجھے کوئی بدلہ نہ دے اے کاش میری ذمہ داریوں کے بارے میں مجھ سے نہ پوچھے۔

تو یہ آسان کام نہیں ہے یہ بہت مشکل ہے یہ بات نوٹ کر لو کہ مشائخ عظام کی طرف سے جس فرد کو سلسلہ کی ذمہ داری سونپ دی جاتی ہے وہ اس مقام پہ آجاتا ہے کہ وہ ایک ایک وابستہ ہونے والے فرد کا جواب دہ ہوگا میدان حشر میں اس کی تربیت کا اس تک بات کو پہنچانے کا اور اس کی کیفیات کو پہنچانے کا لیکن اگر کچھ لوگوں نے خود کو قلبی طور پر ذہنی طور پر شیخ سے وابستہ ہی نہ کیا اور راستوں میں اٹک گئے تو قیامت تو دور کی بات ہے وہ اس دنیا میں ہی سلسلے سے الگ ہو جاتے ہیں۔ وہ رہ نہیں پاتے اور لوگوں کو بچھڑتے دیکھ کر دکھ ہوتا ہے اس لئے میں نے آج اس موضوع پہ بات کی کہ یہ بڑا حساس موضوع ہے بڑا قیمتی موضوع ہے اور صرف ایک یہ برکات قلبی ہیں جو احکام دین کی اہمیت کو سمجھنے کا شعور دیتی ہیں اور بندے میں نفاذ دین کی فکر پیدا ہوتی ہے۔ حلال و حرام کو عملاً اپنانے کی فکر پیدا ہوتی ہے جائز و ناجائز کو عملاً نافذ دیکھنے کی فکر اور شعور پیدا ہوتا ہے اور یہ وہ کام ہے جو ہمارا مقصد حیات ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت اعلیٰ قائم کی جائے۔ سو اپنے حوصلے بلند رکھو اور خود کو اس ذات سے وابستہ رکھو خود کو بارگاہ نبوت ؐ سے وابستہ رکھو اور اپنے تعلقات شیخ سے وابستہ رکھو جو تمہارے اور برکات نبوی ﷺ کے درمیان واسطہ وسیلہ اور ذریعہ ہیں۔

انسانی زندگی میں بہت سے نشیب فراز آتے ہیں اور زندگی کبھی پسندیدہ چیزوں کے جمع ہونے کا نام نہیں ہے کیونکہ ہماری پسند کچھ اور ہوتی ہے اس کے فیصلے کچھ اور ہوتے ہیں ہماری پسند ہمارے کمزور ذہن کی عکاس ہوتی ہے اس کے فیصلے کائنات بسیط کو دیکھ کر ہوتے ہیں۔ ہماری نظر میں ہم ہوتے ہیں اس کی نظر میں اس کی ساری کائنات ہوتی ہے اور وہ رب العالمین ہے ہم اپنی ذات کے بارے میں فکر کرتے ہیں وہ اپنی ساری خلق کے بارے میں سوچتا ہے تو زندگی میں پسند کے فیصلے نہیں آتے پسند کو اس کے فیصلوں کے مطابق ڈھالنا پڑتا ہے۔ اور یہی تصوف ہے۔ انسان اپنی پسند نافذ کرنے کی فکر میں پڑ جائے تو ساری زندگی دکھی رہتا ہے۔ اپنی پسند کو اس کے فیصلوں کے مطابق ڈھالنا ہی اسلام ہے۔ اور اس میں کامیابی ہے اور یہ ساری محنت و مجاہدہ اسی لئے کرایا جاتا ہے تو پھر اس بلا سے بچو کہ کوئی اپنی انا میں گرفتار ہو جائے اور خود کو مقدس آدمی سمجھ لے اور خود کو بڑا آدمی سمجھ لے اور یاد رکھو! عمل اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکام پر ہوگا اور برکات صرف شیخ کے سینے سے نصیب ہوں گی۔ یہ کیفیات کا معاملہ ہے کیفیات کا معاملہ بھی کسبی نہیں ہوتا وہبی ہوتا ہے۔ ولایت دو طرح سے ہے اس میں کسب بھی ہے اس میں مجاہدہ بھی ہے اور اس میں اللہ کی عطا بھی ہے لیکن کسبی ولایت پر بھی جو ثمرات لگتے ہیں وہ سارے وہبی ہوتے ہیں جس طرح کاشتکار زمین کاشت کرنے کے لئے ہل جوتتا ہے پانی دیتا ہے کھاد دیتا ہے بیج ڈالتا ہے یہ سارا کسب ہے لیکن اب بیج سے بوٹا بنانا بوٹے پہ دانے لگانا اس میں کسب کو دخل نہیں یہ وہبی ہے ولایت میں بھی کسب مجاہدے تک ہے محنت تک ہے ریاضت تک ہے ہمت تک ہے لیکن اس پہ پھل لگانا یہ پھر اس کا کام ہے۔ یہ برکات بھی وہبی ہوتی ہیں کس کو کیا دے یا کب تک اس سے کام لینا ہی اس کے بعد کب کس کو کیا دے گا یہ اس کا اپنا کام ہے اور خود کو اس ذات کے ساتھ وابستہ رکھو اللہ کریم آپ سب کو ہمت دے اور برکات نبوی ﷺ نصیب فرمائے۔ ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور اللہ کریم ذاکرین کو 'ذکر سے آشنا لوگوں کو محرومی کے عذاب سے ہمیشہ پناہ میں رکھے۔

بڑا دکھ ہوتا ہے اس کا۔ یہ ایسا مرض ہے جو شیشے سے نازک رشتہ ہے ٹوٹ جائے تو جڑ نہیں سکتا۔ اور شیشے کی طرہ یہ چبھتا رہتا ہے کرچی کرچی ہوتا رہتا ہے پھر یہ چین و سکون دوعالم کا چھین لیتا ہے۔ ہم نے بچھڑے ہوئے لوگوں کو دیکھا ان کا حال دیکھا ان کی کیفیات دیکھیں ان کو مرتے دیکھا ان کو برزخ میں بھی دیکھا کیسی عجیب بات ہے۔ بہت محنت کرنے والا ایک شخص جب اس میں انا آگئی تو کہنے لگا میں نے یہ کیا میں نے وہ کیا پھر وہ بے چارا بچھڑا پھر وہ محروم ہوا۔ ہم نے اسے

مرتے دیکھا اور ایسا بندا جس کے تقدس پہ کبھی فخر کیا جاتا تھا اس کی شکل مسخ ہو گئی اور مجھے یاد ہے میں نے حضرت رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا تھا کہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ میں جنازے میں جاؤں فرمایا ضرور جاؤ اور میں نہ جا سکا میں نے حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے کمرے سے باہر نکلا تو مجھے جو منظر دکھائی دیا تو مجھے سمجھ آ گئی کہ یہ بندہ تو ایمان ضائع کر کے مرا۔

یہ جدائی کا دکھ بہت بڑا ہوتا ہے اور یہی عذاب ہے۔ کفر کیا ہے اللہ سے جدائی کا نام ہے پیدائشی ہو' کس سطح پہ ہو جائے' جدائی ہی کفر ہے ناں' محرومی ہی ہے نا کفر کا نتیجہ' تو اللہ اس عذاب سے اپنی پناہ میں رکھے۔ ترقیاں دینا تو دور کی بات ہے میری تو یہ دعا ہوتی ہے کہ جو اس نے نصیب فرمایا ہے اس سے محروم نہ کرے۔ اس سے وابستہ رہنا ہی بڑی ترقی ہے۔ ذکر کی توفیق کا مل جانا ہی بہت بڑی عطا ہے اور یہ نعمت نصیب ہو جانا اور اس طرح کے لوگوں کا مل جانا ہی' ان لوگوں سے پوچھو جنہوں نے عمریں جہاں گردی میں صرف کر دیں کہ کوئی اللہ اللہ بتانے والا مل جائے۔

ایک خوش آئند بات یہ ہے کہ احیائے دین کا لمحہ ہے انشاء اللہ العزیز احیائے دین ہوگا۔ اور اس خطے سے ہوگا اور ہو کے رہے گا۔ میں اگلے دن بھی ایک حدیث شریف پڑھ رہا تھا اور میں نے وہ حدیث پہلی دفعہ دیکھی حضور علیہ الصلواۃ والسلام کا ارشاد گرامی

لا یصلح اخر ھذہ الامتہ للہ بما صلح اولہ او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت کے آخر کے لوگوں کی اصلاح بھی اسی طریقے سے ہونا ممکن ہوگی جس طریقے سے پہلوں کی ہوئی ہے۔ میں سوچ رہا کہ یہ صرف اصول نہیں ہے اس میں پیش گوئی بھی موجود ہے گویا ایسا ہوگا کہ پچھلوں کو احیائے دین کا وہ درجہ نصیب ہوگا جو پہلوں کو نصیب ہوا تھا اس طرح سے اسلام کی حکومت قائم ہوگی اس حدیث پاک کے دونوں پہلو ہیں۔ ایک تو اس میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اصول بتا دیا کہ اس کے بغیر اصلاح ممکن نہیں لیکن حضورؐ کا ارشاد جو ہے اس میں یہ بات بھی موجود ہے کہ جو بات نہ ہونے والی ہو وہ رسول اللہ ﷺ کے منہ مبارک سے صادر نہیں ہوتی۔ اگر آپؐ نے فرمایا کہ اس امت کے آخر کے لوگوں کی اصلاح بھی اسی حوالے سے ہوگی جس طرح پہلوں کی تو گویا ایسا ضرور ہوگا انشاءاللہ یہ دعا بھی کرو کہ اللہ ہمیں ہمیشہ ان لوگوں سے وابستہ رکھے اور ان لوگوں میں شامل کر دے جن سے احیائے دین کا کام لینا اسے منظور ہے۔ آمین

پاکستانی قوم کے مسائل کا واحد حل

تبدیلی نظام

چہرے نہیں' نظام بدلا جائے

فرسودہ نظام سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لئے تبدیلی نظام کی جدوجہد میں شریک ہوں

منجانب ایک بندہ خدا

احتساب یا انقلاب؟

تحریر۔ جنرل حمید گل

گزشتہ باون برس کے دوران قوم نے جن رہنماؤں کو ایوان اقتدار میں اس توقع کے ساتھ پہنچایا کہ وہ انہیں ان کی نظریاتی منزل سے ہمکنار کریں گے۔ انہوں نے قوم کے عزائم اور آرزوؤں سے وفا نہیں کی اور بالآخر یہ ثابت ہوا کہ وہ ہمارے نہیں پرائے تھے۔ بعض اوقات قدم کا دباؤ اور اس کے فطری جوہر کی توانائی انہیں چند قدم آگے اٹھانے پر مجبور کر دیتی تھی لیکن آخر میں ذاتی اغراض اور بیرونی دباؤ کے تحت وہ قوم کے مفادات سے چشم پوشی کرتے تھے کردار کی کمزوری اور ہوس زر نے حکمرانوں کو ہر امتحان میں ہیرو سے ولن اور رہنما سے رہزن ثابت کیا۔ ہر آنے والا اصلاح احوال کا نعرہ بلند کرتا رہا لیکن خرابی اور بگاڑ کے سر چشمے تک پہنچنے کی کوشش کوئی نہیں کرتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صراط مستقیم کا سفر اختیار کرنے کے بجائے حکومتیں اور حکمران دائرے میں گھومتے ہیں، کوئی تبدیلی ممکن ہی نہیں جب تک نظام تبدیل نہیں ہوتا، ہمارا اصل مقصد تو نظام کو تبدیل کرنا تھا، لیکن ہمیں راہ راست سے بھٹکا دیا گیا۔ جب تک امپریلزم کا پیدا کردہ نظام موجود رہے گا وہ نظام نہیں آئے گا جس کی خاطر پاکستان کی تشکیل عمل میں آئی تھی۔

آج ہم کسی نئی تبدیلی کے دروازے پر کھڑے ہیں تب بھی اچھی حکومت (Good Governace) کا غل ہے۔ اچھی حکومت تو ہم ہندوستان میں رہ کر بھی قائم کر سکتے تھے پھر پاکستان کیوں بنایا گیا۔ ہمارے لئے تو اچھی حکومت صرف اور صرف اللہ کی حاکمیت میں پوشیدہ ہے۔ اللہ کی حاکمیت کا اقرار ہم نے آئینی طور پر کر رکھا ہے لیکن جب تک عملی طور پر اس کا اظہار نہیں ہوگا حقوق العباد اسی طرح تلف کئے جاتے رہیں گے، چاہے "اچھی حکومت" بھی آجائے نظام عدل نہیں ہوگا۔ اچھی حکومت تو انگریز کے دور میں بھی موجود تھی۔ کئی بار لوگ مایوس ہو کر کہتے ہیں اس سے تو انگریز کا دور اچھا تھا۔

قائداعظم نے کہا تھا پاکستان اسی دن بن گیا جب برصغیر میں پہلے مسلمان نے قدم رکھا تھا"۔ بانی پاکستان نے پاکستان کی منفرد تشکیل اور منفرد نصب العین کی واضح طور پر نشاندہی کی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ ہمارا نظام بھی منفرد و ممتاز ہوگا لیکن بعد میں اس طرف کوئی توجہ دینے کو تیار نہیں ہوا۔ ہمارا اصل المیہ ہی یہ رہا ہے کہ آئندہ بھی جب تک پورا نظام نہیں بدلے گا جب تک ہم خرابی کو جڑ سے اکھاڑ نہیں پھینکیں گے تب تک ہم الجھے رہیں گے۔ اب جو احتساب کا نعرہ لگا ہے، اسے اچھی طرح سمجھنے کی ضرورت ہے۔ احتساب کا نعرہ علامتی ہے اس کا مطلب محض یہ نہیں کہ وہ اڑھائی سو ارب کی لوٹی ہوئی رقم واپس لے لی جائے اور لٹیروں کو سزائیں دے دی جائیں۔ یہ کام بھی ضرور ہو کیونکہ وہ قومی مجرم ہیں لیکن میرے خیال میں اس سے بھی بڑے مجرم وہ ہیں جنہوں نے ملک کو اس کی نظریاتی شناخت سے محروم کیا اس کی منزل کھوٹی کی۔ پاکستان دنیا میں ایک خورشید جہاں تاب کی طرح ابھرا تھا۔۔۔۔۔۔ بروقت اس کی سمت درست ہو جاتی ہے تو اس کی روشنی چار دانگ عالم کو منور کرتی بقول اقبال۔

ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ
تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے

اب اگر ہم نے پاکستان کو ایک عمدہ مثال بنایا ہوتا۔ یہ کام ہو تا تو آج پاکستان دنیا کی قیادت کر رہا ہوتا۔ دنیا فقدان نظام کا شکار ہے ایک ایسا ملک جس کے آئین اور وجود میں نظام موجود ہے اور جس کی قوم میں اس نظام کے نفاذ کی تمنا موجود ہے۔ ایک عادلانہ نظام کو لانے اور چلانے کے سب عوامل موجود ہیں۔ اس کے باوجود دنیا انصاف اور مساوات کو ترس رہی ہے تو اس کی وجہ ہے کہ پاکستان اللہ تعالیٰ نے برصغیر کے مسلمانوں کا ایک وعدہ تھا۔ جب تک یہ وعدہ پورا نہیں کیا جائے گا ہم لٹکتے رہیں گے۔ اس وعدے کی تکمیل کے بعد نہ صرف پاکستان امن و انصاف سے بہرہ مند ہوگا بلکہ پورا جنوبی ایشیا بالخصوص اور ساری دنیا بالعموم اس نظام رحمت کے سائے میں آنے کی تمنا کرے گی کہ جو "(Survival of Fittest)" ہے۔

آج پاکستانی قوم کی باون برس کی محرومیاں ایک نعرے "احتساب" میں سمٹ آئی ہیں ایسے ہی جیسے برصغیر کے مسلمانوں کی

ہزار سالہ خواہش "لے کے رہیں گے پاکستان" یا "پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ" کے نعرے میں سمٹ آئی تھی۔ آج قوم اپنے مجرموں کے سرگرانے کا مطالبہ کر رہی ہے۔ یہ خون آشام خواہش........یہ منفی جذبہ (Nagatve Sentiment) دراصل قیادت کی مسلسل بے وفائی اور غداری' حقوق سے محرومی اور نظریاتی منزل سے گریز کا ردعمل ہے لہٰذا احتساب کو محدود پس منظر میں نہ رکھا جائے۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم وقتی نتائج تو شاید حاصل کرلیں دیرپا نتائج سے محروم رہیں گے۔ دیرپا نتائج کیلئے ہمیں وہ نظام چاہئے جس کی بنیاد پر پاکستان قائم ہوا تھا اور جو قرآن وسنت سے برآمد ہوا ہے۔ علامہ اقبال قائداعظم اور پاکستان کیلئے قربانیاں دینے والے کروڑوں انسانوں کی خواہش اور منشا یہی نظام تھا۔ یہی نظام قرار داد مقاصد میں دل کی طرح دھڑک رہا ہے اور آج ہمارے آئین کا جزو لاینفک ہے۔ ہم نے اللہ کا حق ادا کر دیا تو اللہ تعالیٰ فوراً" اپنی رحمت اپنے بندوں کو منتقل کر دے گا۔ استعماری اور اسلامی نظام کا بنیادی فرق ہی یہ ہے کہ استعماری نظام دولت' طاقت اور ذرائع کو چند ہاتھوں میں دے دیتا ہے۔ عوام کی اکثریت کمزور اور غلام بنادی جاتی ہے جبکہ اللہ کے نظام میں غریب کو طاقت ملتی ہے' مساوات نصیب ہوتی ہے اور عدل اجتماعی حاصل ہوتا ہے۔ مغربی نظام ڈارون (Darwin) کی قائم کردہ تھیوری "طاقتور کو زندہ رہنے کا حق ہے" (Survival of Fittest) پر ہے جبکہ اسلام اس کے بالکل مختلف نظریہ پیش کرتا ہے۔ یہ کمزوروں کو طاقتوروں کے برابر زندہ رہنے کا حق دیتا ہے۔ مظلوموں کے جھکے ہوئے سر اوپر اٹھاتا اور ظالموں کی تنی ہوئی گردنیں جھکادیتا ہے۔

"اچھی حکومت" ایک خوبصورت نعرہ ہے۔ مغربی اصطلاح میں اسے قانون کی حکمرانی (Rule of Law) کہا جاتا ہے۔ مغرب نے اسے قائم کرکے ترقی کی لیکن ہم جب اللہ کے قانون کو قائم کریں گے تو ہم بے پناہ دنیاوی ترقی کے ساتھ ساتھ اخروی ترقی بھی کریں گے۔ محض قانون کی حکمرانی سے "اچھی حکومت" تو قائم ہوتی ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں اسی قانون کی حکمرانی سے نازی ازم' استعماریت اور سرمایہ دارانہ نظام بھی پیدا ہوتا ہے۔ اسی کے ذریعے کثیر ملکی سرمایہ دار دنیا کے خزانے لوٹ کر لے جاتے ہیں اور اسی کی مدد سے آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک غریب ممالک کا خون نچوڑ رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ان کا قانون ہے۔ انہوں نے اپنی مرضی اور منشاء سے یہ قانون بنایا جبکہ ہمارا قانون آفاقی ہے۔ اگر ہم اپنے نظام اور قانون سے رجوع کریں گے تو یہ نہ صرف ہماری آسودگی کا باعث ہوگا بلکہ ہندوستان کے مسلمانوں سمیت شودروں اور دوسرے پسے ہوئے طبقوں تک بھی اس کی فیوض اور برکات پہنچیں گی۔ دنیا بھر کے مظلوموں کیلئے یہ آزادی اور نجات کی بشارت ہوگی۔ جب ہم ایک خوبصورت اور ر قابل قبول چیز پیش کریں گے تو دشمن کیلئے بھی اسے تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔

جہاں تک موجود صورتحال کا تعلق ہے' تو یہ انقلاب نہیں' ضد انقلاب (Counter Coup) ہے۔ قوم نے اس کی بھرپور تائید کی اور کھل کر کہہ دیا ہے کہ ہم اپنی تمام سیاسی' علاقائی' نسلی' اور لسانی وابستگیاں چھوڑ کر فوج کا ساتھ دیتے ہیں' یہ منفرد واقعہ ہے۔ 1977ء کا مارشل لاء ایک گروپ کو گرانے کو اور دوسرے کو اٹھانے کیلئے آیا تھا اس کے نتیجے میں محاذ آرائی میں اضافہ ہوا تھا اور گزشتہ دو عشروں سے یہ محاذ آرائی چل رہی ہے۔ اس مرتبہ ایسا نہیں ہوا' فوجی حکومت کو پوری قوم کی بھرپور حمایت حاصل ہوئی ہے اور اسے کسی دھڑے کی حمایت کی ضرورت نہیں رہی لیکن قوم نے فوج کی یہ بے مثال حمایت کیوں کی' اس نکتے کو سمجھنا ہوگا۔ خدانخواستہ ہماری موجودہ فوجی قیادت نے احتساب کے عقب میں پھیلی ہوئی وسیع تاریخ کو نہ دیکھا تو پھر یہ نہایت محدود کام ہوگا' آپ احتساب کے نام پر زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ سوا ارب روپے جمع کریں گے جو اونٹ کے منہ میں زیرے کے برابر ہوگا۔ اس سے ہمارے مسائل حل ہوں گے نہ ہی قرضوں کا سلسلہ ختم ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ احتساب کریں گے تو آپ کو بیوروکریسی پر بھی انحصار کرنا پڑے گا۔ براہ راست فوج کے ذریعے بیوروکریسی کا ڈھانچہ بدل بھی دیا جائے گا یا بیوروکریسی چند دنوں کیلئے خود کو درست بھی کرلے تو بھی نظام نہیں بدلے گا نظام تو وہی رہے گا۔ قوم کی محرومیاں محض قانون کی حکمرانی سے دور نہیں ہوں گی۔ عدل اجتماعی اور ترقی کے یکساں مواقع ناپید ہوں گے۔ صحت اور تعلیم کے مواقع غریب ترین اور امیر ترین لوگوں کیلئے یکساں نہیں ہوں گے۔

ہم اگر لوگوں کو چھوٹی چھوٹی لوٹ مار اور بغاوت پر پکڑتے ہیں لیکن ملک میں سودی نظام معیشت جاری رکھتے ہیں جو کہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کھلی جنگ ہے تو یہ نظام نہیں بدلے گا حالانکہ ہمارا آئینی تقاضا یہ

ہے کہ ہم سودی نظام سے نجات حاصل کریں۔ ہمارا ٹیکسوں کا نظام بھی مغرب سے درآمدہ ہے' یہ سراسر ظلم وناانصافی پر مبنی ہے۔ یہ ایک ٹیوب ویل کی طرح کام کرتا ہے' نیچے سے پانی کھینچتا اور اوپر کی آبیاری کرتا ہے۔ اس نظام نے نچلی سطح کے لوگوں کو نچوڑ کر بالائی سطح کے شاہی طبقے کے افراد کو صحت مند بنادیا ہے۔ خود مغرب یہ تسلیم کرتا ہے کہ ٹیکسوں کے نظام میں جھوٹ بولنا اور ٹیکس نہ دینا جائز ہے ۔ٹیکس صرف اس شخص سے لیاجاتا ہے جو قانون کے شکنجے میں پھنس جائے جبکہ اسلام آپ کو ہر حال میں زکوۃ اور عشر دینے کا پابند بناتا ہے۔ اس سے جان بچانے والے کو دنیا میں بھی سزا ملتی ہے اور آخرت کیلئے بھی سخت عذاب کی وعید آئی ہے۔

علامہ اقبال نے دین اور سیاست کو الگ کرنے کو "چنگیزی" کہا ہے یعنی جب تک آپ نظام ریاست میں دین کو شامل نہیں کرتے' اس وقت تک ظلم ہوگا' انصاف نہیں ہوگا' نت نئے مسائل جنم لیں گے' کوئی مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ ہمارے پاس ٹیکسوں کا ایک بہترین اور خوش نما نظام موجود ہے جس میں عدل وانصاف بھی ہے۔ اسی طرح ہمارے پاس سماجی بہبود کا بہترین ڈھانچہ موجود ہے۔ سکنڈے نیوین ممالک میں "عمر لاء" (Umar Law) کہا جاتا ہے۔ انہیں معلوم نہیں کہ عمر کون تھے۔ ہم حضرت عمرؓ کو جانتے ہیں مگر ان کے قوانین پر عمل نہیں کرتے۔ میں حال ہی میں وہاں سے ہو کر آیا ہوں' مجھے یہ جان کر دکھ ہوا جو ہمارا قانون تھا' جسے ہماری زندگی اور ریاست کا حصہ ہونا چاہئے تھا ہم نے اسے نذر طاق نسیاں کردیا اور دسرے اس کے ذریعے سرخرو ہورہے ہیں۔ علامہ مرحوم نے کہا تھا۔

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ

وہ شعور اور علم کے بغیر ایسا کر رہے ہیں ہم اگر ایسا کریں گے تو شعور کے ساتھ کریں گے۔ اس سے جو فوائد ملیں گے وہ بے حد وبے پناہ ہوں گے۔ اللہ تعالی کی رحمتیں ہم پر برسنے لگیں گی' سوڈان کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ وہ ملک جو کل تک روٹی کیلئے دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے پر مجبور تھا آج دنیا کی مخالفت کے باوجود سینہ تان کر کھڑا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ اسلامی نظام کا کامیاب تجربہ کر رہے ہیں۔ وہاں سونے کے وسیع ذخائر نکل آئے ہیں۔ یہ سونا اس وقت بھی تھا جب سوڈان میں اسلام نہیں آیا تھا لیکن کسی کو اس کے بارے میں علم نہیں تھا لیکن اسلام آیا تو اس کے ساتھ سونے کی کانوں کے دہانے بھی کھل گئے۔ اس کے علاوہ تیل اس قدر نکل آیا ہے کہ کل تک جو ملک تیل درآمد کررہا تھا آج وہ ڈیڑھ لاکھ بیرل روزانہ برآمد کرنے کے قابل ہوگیا ہے۔ ماضی میں فاقہ زدہ سوڈان آج زراعت میں بھی ترقی کر رہا ہے۔ ابھی وہاں اسلامی نظام کی ابتدائی شکل ہے مگر اس کی برکات ابھی سے ظاہر ہو رہی ہیں۔ مجھے کوئی شبہ نہیں جس دن ہم نے اللہ تعالی کے نظام کو سچے دل سے اپنا لیا اس دن ہمارے تمام مسائل حل ہو جائیں گے' اس کیلئے صرف ایمان اور یقین کی ضرورت ہے۔ ہمیں اللہ کے سوا ہر قسم کے خوف کو دل سے نکال دینا ہوگا۔ بدقسمتی سے ہمارا اللہ پر اور قرآن پر لاریب ہونے کا یقین پختہ نہیں ہے۔ ہم قرآن پڑھتے تو ہیں لیکن دل سے قبول نہیں کرتے۔ یقین پیدا ہوگیا تو اسی زمین سے کالا اور پیلا سونا نکلے گا اور رحمت کی گھٹائیں برسیں گی۔

ہماری نئی قیادت کو بڑے فیصلے کرنے ہوں گے' ایک ایسے انقلاب کا فیصلہ کرنا ہوگا جس کے ذریعے ہم انقلابی تبدیلیاں لے آئیں۔ خونریزی کے بغیر انقلاب کے مقاصد حل کریں۔ اس سنہرے موقعے کو کسی بھی طرح گنوانا نہیں چاہیے۔ اس لمحے کو تھام کر رکھنا چاہتے ہیں۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ خدانخواستہ یہ نہ ہوا اور ماضی کی طرح احتساب کی تحریک کا ریلا پھنکارتا ہوا گزر گیا یا جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تو فوج چند دنوں میں بدنام ہونا شروع ہو جائے گی' جو تباہ کن ہوگا۔ اگر ہم حقیقی تبدیلی کی راہ پر چل پڑیں گے تو پھر لوگ مشکلات بھی خوشی سے برداشت کریں گے۔ میں نے گزشتہ مضمون میں جس آزادی کا ذکر کیا اس کے تمام عوامل آج موجود ہیں۔ اس کا سب سے خوش کن پہلو قوم کا اتحاد اور ہم آہنگی ہے۔ ہماری فوج میں جذبہ جہاد اور شوق شہادت موجود ہے۔ اس جذبے کو قوم کی تعمیر نو میں بروئے کار لایا جا سکتا ہے۔ پاکستان غریب ملک نہیں' یہاں قدرتی وسائل کی بہتات ہے' صرف درست سمت میں پیش قدمی کی ضرورت ہے۔ ایسا ہو جائے تو ہم چند سالوں میں اس کی کایا پلٹ سکتے ہیں' اس کیلئے قوم آمادہ ہوگی۔ قوم کو یقین دلا دیا جائے کہ سمت درست ہے' نصب العین واضح ہے تو وہ بخوشی "شعب ابی طالب" سے بھی گزرنے کیلئے تیار ہو جائے گی۔ اس مرحلے پر ہم قربانیاں پیش کرکے بھی منزل پاگئے تو یہ سودا خسارے کا نہیں۔ تبدیلی نظام کے ذریعے ہم دنیا کی اخلاقی قیادت کر سکیں گے۔ اس کام کیلئے پاکستان بنا تھا اور یہی ہماری منزل ہے۔

بشکریہ روزنامہ "خبریں" لاہور

ہاؤس وائف

تحریر۔ آسیہ اعوان دارلعرفان چکوال

یہ وہ نام ہے جو ہمارے ذہن میں ایک نہایت "عام سی" عورت کا امیج بناتا ہے جس کا حلیہ، چال ڈھال طور طریقے سب بہت عام سے ہوں جس کی گفتگو کے موضوعات محدود اور "عام سے" ہوں۔ جو دنیا کی ترقی سے بے بہرہ ہے، سائنس کے کرشموں سے ناواقف اور حالات وسیاست پہ تبصرہ کرنے سے قاصر ہے۔

اس کی زندگی، سوچ، ہر دن کی روٹین سب کچھ ہر دوسی ہاؤس وائف جیسا ہے اس کی ذات سے متعلق ہر شے "بس عام سی" ہے۔ اس میں کوئی خاص بات نہیں ہے نہ ہی کسی کی نظروں میں خاص ہے اور نہ کوئی اس کی نظروں میں اہم بننے کی تگ ودو کرتا ہے۔ اس کو نظر انداز کرکے کسی کا کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ کہاں ہے؟ کیا کررہی ہے؟ کیا سوچ رہی ہے؟ اس کے جذبات واحساسات کیا ہیں؟ یا ممکن ہے وہ بھی ہم سی انسان ہو کسی کے پاس اتنا دور جانے کی فرصت نہیں ہوتی اس لئے اسے نظر انداز کرکے کسی کو افسوس نہیں ہوتا۔

وہ وہی کر رہی ہوگی جو روز کرتی ہے۔ یہی سوچ رہی ہوگی کہ کھانے میں کیا بنائے، سودا کون کون لاکے دے، کپڑے آج ہی دھو لوں کل فلاں کام سہی۔ فلاں بل جمع کرانا ہے، کام والی کے نخرے کیسے کم ہوں گے؟ اماں کی دوائی منگوانا روز یاد نہیں رہتا۔ منی کی کاپی ختم ہوگئی ہے، بلال کو یونیفارم چھوٹا ہو گیا ہے۔ ابھی صفائی کرنا باقی ہے۔ جلدی جلدی کام ختم ہوں کہ تھوڑا آرام کا وقت مل جائے وغیرہ وغیرہ۔

اس نے اور کیا سوچنا ہے۔ اس کی سوچ جان کر کوئی کیا کرے گا جسے اس بات کی بھی خبر نہیں کل کونسا اہم دن ہے پاکستان کون سا تاریخی موڑ اس تاریخ کو مڑا تھا۔

فلاں دن کس فوجی ہیرو نے جنم لیا تھا جسے بچے آج بھی اسے دعائیں دیتے ہیں جوان کے لئے چھٹی کا باعث بنتا ہے بچوں کے اس عمل سے ہی اسے اس اہم بات کا بھی علم ہوتا ہے۔

خود اسے تو اتنا بھی ہوش نہیں کہ کل کی فکر کرے، اتنی بھی خبر نہیں گزشتہ کل کیسا تھا!--- نہ کوئی حسین یادوں کا خزانہ نہ مستقبل کے سہانے سپنے۔ پھر کون اپنا موڈ خراب کرے اس پر "عام سی" سوچ میں جان کر۔

رہے جذبات تو وہ ہر دوسری بات پہ جذباتی ہو جاتی ہے آفس سے چھٹی کرلو تو اس بات پہ جذباتی کہ بلاوجہ گئے کیوں نہیں۔ چلے جاؤ تو اس بات پہ گرم ہو جاتی ہے کہ آفس سے جلدی آئے کیوں نہیں۔

بچے نے شرارت کی تو جذبات میں آکر اس کی مرمت کردی۔ اگر نصیب دشمناں وہ بیمار پڑ گیا تو فلمی سین بنا ڈالا۔ اس کی پائنتی سے لگ کر رو رو کر برا حال کر ڈالا اماں نے کچھ کہہ دیا تو دن بھر جذبات کا طوفان بگولوں کی طرح گھر بھر میں اڑائے پھرا کیا۔ میری ذرا سی آواز اونچی ہو گئی تو ہانڈی میں مرچ تیکھی کردی۔

بھئی ہم سے زیادہ ان کے جذبات سے کون واقف ہوگا۔ باقی بچے احساسات تو گرمیاں ہوں تو کچن میں ماہی، بے آب کی طرح کلپتی پھرتی ہیں، آف یہ گرمی ہائے یہ گرمی۔ اب گرمیوں کا موسم ہے تو بھیا سردی تو لگنے سے رہی، گرمی ہی لگے گی۔ ہر ایک کو لگتی ہے۔ پر نہیں اپنے احساسات کا ڈھنڈورا پیٹنا ان کا شیورہ ہے۔

پھر سردیاں آئیں نہیں کہ ان کے درد جاگے نہیں یہاں، وہاں، تہاں کہاں کہاں نہیں۔

آخری بات کہ وہ بھی ہم سی انسان ہیں۔ تو یہ بات تو ہم بھی مانتے ہیں اسی لئے تو بیاہ کرلائے تھے لیکن اب ہم اس بات کی گارنٹی نہیں دے سکتے اب تو وہ صرف ہاؤس وائف ہیں اور کچھ بھی نہیں۔

یہ مندرجہ بالا خاکہ کسی ایک ذہن کی تصویر نہیں ہے یہ تو وہ امیج ہے جو ہاؤس وائف کے ساتھ وابستہ ہے۔

"آپ کیا کرتی ہیں" "جی میں جاب کرتی ہوں" "اور آپ؟"

خوشگوار انداز میں پوچھا گیا "میں ٹیچنگ کرتی ہوں"

"یہ کیا کرتی ہیں؟" ایک طرف اشارہ ہوا

"یہ کچھ بھی نہیں کرتیں"

"کیا مطلب؟" جواب ملا

"یہ ہاؤس وائف ہیں"..... "اوہ!"

اس کے بعد آپس میں گپ شپ شروع ہو گئی اور وہ خاتون جو ہاؤس وائف ہیں کہاں ہیں؟ کسی کو خبر نہیں۔

یہ وہ رویہ ہے جس نے زندگی کے اس اہم شعبے "لائف لانگ جاب" اور اہم ترین خدمت کو اس قدر کم مایہ کر دیا ہے کہ اب خاتون یہ کہنے میں . جھجک محسوس کرتی ہے کہ "میں صرف ایک ہاؤس وائف ہوں"

ہاؤس وائف کیا ہے؟

یہ وہ خاتون خانہ ہے جس کی ساری عمر تمام تر اہلیت اور ہر بہترین کوشش اپنے گھر' اپنے کنبے کی دیکھ بھال میں صرف ہوتی ہے اور یہ ایک تھکا دینے والی لیکن کبھی نہ ختم ہونے والی نوکری ہے جسے صرف اس کا فرض سمجھا جاتا ہے اس کی خدمت نہیں۔ اس کی Duration دن رات کے 24 گھنٹے' ہفتے' مہینے اور سال کے ہر دن' مختصر لفظوں میں تمام عمر پہ محیط ہے

میاں' بچے' بزرگ اور رشتہ داروں تک یہ ہاؤس وائف ہر ایک کی روٹین میں داخل ہوتی ہے۔ سب کے سونے جاگنے' کھانے' پینے' پہننے' اوڑھنے اور ہر دکھ خوشی میں ہمہ وقت وہ ہر ایک کے ساتھ ہوتی ہے وہ سب کی روٹین چلاتی ہے لیکن اس کی اپنی کوئی روٹین نہیں ہوتی۔ نہ وقت پہ کھانا نہ مرضی سے آرام کرنا۔

اس کی جاب یہ ایک پہلو ہے دوسرا پہلو گھرداری ہے۔ صبح' دوپہر' شام اور رات کو گھر میں کیا پکایا جائے گا؟ کب اور کیسے کھایا جائے گا؟

گھر کی صفائی' کپڑوں کی دھلائی' کپڑوں دیگر کام کاج جو کسی شمار قطار میں تو نہیں آتے لیکن ہمہ وقت جوتے رکھتے ہیں سب اسی کی ذمہ داریوں میں شامل ہیں۔

گھر کا بجٹ۔ آمدن' خرچ' بجٹ یہ سب بھی وہ مینج کرتی ہے۔ بزرگوں کی خدمت کرنا' بچوں کی نگہداشت' پرورش اور پھر تربیت ایک ایسی ذمہ داری جو بچے کی پیدائش سے شروع ہوتی اور ماں کے مرنے کے ساتھ ختم ہوتی ہے' اس پہ پورا اترنا۔

پھر سوشل لائف ' رشتہ داروں' دوست احباب میں دینا دلانا' پارٹیاں اور وہ سب کچھ جو ہر زندگی میں چلتا ہی ہے اور ایسے ہر موقع پر ہر ایک کو اپنی فکر ہوتی ہے اور خاتون خانہ کو اپنے سوا سب کی۔

اس سب پہ پورا اترنا ہی ایک اچھی باسلیقہ خاتون خانہ ہونے کا ثبوت ہے۔

میں یہ ہرگز نہیں سمجھتی ہوں کہ یہ ایک عورت کے ساتھ ظلم ہے کہ اسے ذمہ داریوں کے جال میں یوں جکڑ دیا جائے۔ اس لئے کہ گھرداری ہی اس کا میدان عمل ہے

اور اس میں صرف کام کا بوجھ ہی نہیں ہے بلکہ ذہن وتن کی آسودگی بھی ہے۔ یہ بزرگ یہ بچے اس کے اپنے ہیں' یہ شوہر اس کا اپنا ہے' یہ گھر اس کا اپنا ہے یہ کام اس کا اپنا ہے۔ جتنی بہتری وہ اس گھر ا رکھنے کیلئے چاہ سکتی ہے کوئی دوسرا نہیں۔

جتنا بطریق احسن اور دل جمی کے ساتھ وہ ان ذمہ داریوں کو نبھا سکتی ہے کوئی دوسرا ایسا نہیں کر سکتا۔

انہیں لوگوں کے ساتھ اس کی "زندگی" جڑی ہے اور اسی گھر کے ساتھ اس "دنیا" وابستہ ہے اور اگر وہ بطریق احسن اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہوتی ہے تو اسی میں اس کا "دین" کی "آخرت" بھی ہے۔

یہ اللہ کی تقسیم ہے۔ گھر سے باہر کی خاک چھاننا مرد کے حصے میں ہے تاکہ وہ اپنے حصے کا رزق حلال طریقے سے کما کر لائے اور اس رزق کو برتنا اور سنبھالنا خاتون خانہ کے ذمے ہے۔

پھر وہ مالک کتنا شفیق ہے کہ ہمیں اس کو راضی کرنے کے لئے کوئی چلے کاٹنے کی ضرورت نہیں۔ کوئی الگ اسے مشقت اٹھانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ بس اپنی دنیا 'اپنا گھر سنوارو' اپنی زندگی سدھارو جو کہ اس طرح سنور سکتی ہے۔ اسی میں دین بھی سنور جائے گا۔ گھر ہم اپنا سنوارتے ہیں' کماتے ہم اپنے لئے ہیں۔ بچے ہم اپنے پالتے پوستے ہیں' بزرگ ہم اپنے راضی کرتے ہیں اور وہ اس پر ہمیں بدلہ بھی دیتا ہے حالانکہ ہم اس کی ذات کے لئے کچھ بھی نہیں کرتے۔ اور جو کچھ وہ اس پر ہمیں دیتا ہے اجر نہیں وہ تو بونس ہے۔

ایک خاتون خانہ کی ذمہ داریاں اس پر بوجھ نہیں نہ وہ کسی پہ احسان کرتی ہے۔ آج

اس نے اپنے بزرگوں کی خدمت کی۔ جس کے وہ مستحق ہیں تو کل جب وہ ان کے مقام پر پہنچے گی تب اس کے بچے اس کی خدمت کریں گے۔

اس نے بچوں کو پالا پوسا تو کبھی وہ بھی بچی تھی اور اسے بھی اس کی ماں نے اسی چاہ سے پالا تھا۔ پھر بچے کی ایک کلکاری' ایک ادا ماں کی ساری تھکن دور کر دیتی ہے۔ اتنی ایک ماح اپنے بچے کے ساتھ محنت نہیں کرتی جتنی وہ اس سے محبت اور خوشی پاتی ہے جو اسے آسودگی بخشتی ہے۔

بچے کی نگاہیں اسے ڈھونڈتی رہتی ہیں۔ کان اس کی آواز پہ لگے ہوتے ہیں۔ پھر یہی آسودگی وہ اپنے شوہر کو دیتی ہے وہ اسے گھر سے آسودہ حال بھیجتی ہے تو وہ باہر سے ان سب کیلئے دانہ دانہ رزق کا چن کرلاتا ہے ان کی ضرورتوں کا تحفظ کا خیال رکھتا ہے۔

ہم سب آپس میں بان کی رسی کی طرح گندھے ہوئے ہیں۔ ہم تنہا تنہا کچھ بھی نہیں ہیں اور مل کے ہم ایک گھرانہ ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھی' غمگسار' خوشی غم میں شامل حال۔ ایک گھر کے بننے میں سب اپنے اپنے حصے کی محنت اور محبت ڈالتے ہیں تب وہ بن پاتا ہے۔

اگر خرابی کہیں ہے تو ہمارے اس رویے میں ہے۔ کہ ہاؤس وائف ہونا کچھ بھی نہ ہے۔ جب ہم نے اس عہدے کو اپنی نظروں سے گرا دیا تو یکایک ہاؤس وائف کی ساری خدمات بھی نظروں سے گر گئیں۔

گھر کا کام کاج یعنی اپنے گھر کو سنوارنا' اپنا کام اپنے ہاتھوں سے انجام دینا جو باعث فرصت تھا باعث زحمت بن گیا اور اسے ہاتھ لگانے میں شرم آنے لگی۔

بزرگ بوجھ بن گئے۔ بچے مصیبت ہو گئے اور شوہر صرف ایک مجبوری۔ عورت کا گھر سے باہر نکلنا باعث فخر ہو گیا۔

بزرگ جنہوں نے اپنی عمر کی ساری توانائیاں صرف کر کے گھر بنایا' ہمیں اس عمر میں سنبھالا جب ہمیں خود کو سنبھالنے کا شعور نہیں تھا آج ہماری باری آئی تو وہ رلنے لگے۔

بچے جو ہمارا کل ہیں۔ ہمارے ملک وقوم ہمارے دین کے وارث ہیں۔ وہ کہیں نرسنگ ہومز' کہیں نوکروں اور کہیں گلیوں کے حوالے ہو گئے

شوہر جو رزق و تحفظ کا ضامن تھا غیر ضروری ہو گیا۔ عورت جو انہیں بندھنوں کے باعث عورت تھی آزاد ہوئی تو مردوں کا فرق مٹ گیا۔ گھر ہاسٹل بن گئے۔

ہم نے خود اپنے پیروں پہ کلہاڑی ماری ہے۔ درد سہہ رہے ہیں اور مارے چلے جا رہے ہیں

ہر بات جو ہم مغرب سے سیکھتے ہیں تو کیا ان کے حال سے عبرت نہیں پکڑ سکتے کہ انہوں نے عورت اور مرد کا فرق مٹایا' بندھنوں کو توڑا' اخلاقی اور معاشرتی قیود ہٹائیں تو ان کے پاس کیا بچا۔ کتنے خالی ہاتھ ہیں وہ۔۔۔

صرف زندگی کی آسائشیں میسر ہونا ہی تکمیل زندگی میں ہے۔ جب کوئی لاوارث لاش کوڑے کے ڈھیر سے سرد خانے میں منتقل کی جاتی ہے تو دل میں کتنی کسک اٹھتی ہے کہ بھری دنیا میں اس پہ رونے والا کوئی نہیں ہے۔ سڑک کے کنارے کوئی بے سہارا بوڑھا محتاج پڑا ہو تو دل کو صدمہ ہوتا ہے کہ اس کی مصیبت کاٹنے والا کوئی نہیں ہے۔ اس کو سنبھالنے والے ہاتھ کہاں گئے۔

تو ان کا تو ہر شہری لاوارث ہے۔ نرسنگ ہومز میں پلے ہوٹلوں میں بسر کی' ناکارہ ہوئے تو اولڈ ہومز کی زینت بنے اور موت کے انتظار میں بسر ہونے لگی۔

اکبر آلہ آبادی نے کیا خوب تصویر کشی کی ہے

ہوئے اس قدر مہذب کبھی گھر کا منہ نہ دیکھا
کٹی عمر ہوٹلوں میں' مرے ہسپتال جا کر

اور اب تو مغرب کو بھی اس غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ ان کے ٹی وی چینلز کتنے ہی ایسے پروگرامز نشر کرتے ہیں جن میں وہ ماں باپ کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ ٹاک شوز میں ہر دفعہ "Mother of the Day" اناؤنس کی جاتی ہے۔

بچوں کے اخراجات حکومت برداشت کرتی ہے۔ سکول' صحت' خوراک سب تب تک فراہم کیا جاتا ہے جب تک بچہ خود بالغ نہیں ہو جاتا۔

جو نتائج بھگت کر وہ پلٹ رہے ہیں ہمارے لئے ان کی تقلید کہاں تک درست ہو گی۔

ہمیں ہر ایک کو اس کی حیثیت دینا ہو گی۔ اس کی خدمت کا اعتراف کیا جانا چاہئے۔ اس کے مقام کا وقار بحال رہنا چاہئے۔ تبھی یہ سلسلہ برقرار رہے گا۔ ہمارے گھر گھر رہیں گے۔ ہمارا مذہب' ہماری ملت قائم رہے گی۔

ہماری شناخت برقرار رہے گی۔

ہمیں اپنی قدروں کی پاس داری کرنا ہوگی۔ کیونکہ یہ ہمارے مذہب' ہماری سوچ کی آئینہ دار ہیں۔ اور ہمارا مذہب ہم میں سے ہر ایک کو اس کا مقام بتاتا ہے۔ اور اس کے مطابق حیثیت واحترام بھی دیتا ہے۔

ہم ان بندھنوں کو نہیں توڑ سکتے۔ تخریب سے کبھی تعلیم نہیں ہوئی۔ یہی بندھن تو امتیاز کا باعث ہیں ورنہ تو جانور بھی ہماری طرح کھانے کا بھی شعور رکھتے ہیں' گھر بنانے اور بچے پالنے کا بھی۔

اور سب رشتے' سب بندھن احساس کے ہوتے ہیں۔ اگر جذبوں کا احساس نہیں تو رشتوں کا پاس کہاں سے آئے گا۔ خصوصاً جب ایک ایسی ذات کی بات ہو۔ جو سب کا خیال رکھنے والی ہے سب کی ضرورتیں پوری کرنے والی ہو۔

جس کے بغیر ہر ایک کی روز مرہ کی روٹین انتشار کا شکار ہو جاتی ہے تو کیا اسے ذرا زیادہ Care کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ خود خوش اور پرسکون ہوگی تو باقی سب طرف خیریت برقرار رہے گی۔

آپ اسے ماں کہیں' خاتون خانہ کہیں' یا ہاؤس وائف وہ ہمہ جہت ہے مگر ایک ذات ہے۔ اور وہ بھی انسان ہے اس کی بھی کچھ جسمانی' کچھ جذباتی ضرورتیں ہیں۔ اس کے ساتھ بھی صحت بیماری جڑی ہے۔ اسے بھی اس کے حق کی رعایت ملنی چاہئے۔

وہ اگر بیمار ہو جائے تو اس لئے پریشان نہ ہوں کہ اب ہمارے کام کون کرے گا۔ اس لئے پریشان ہوں کہ وہ بیمار ہے تکلیف میں ہے۔

اسے بھی کہیں آنے جانے کی' کچھ تفریح کی ضرورت ہے۔ روز مرہ کے مشاغل سے کبھی کبھار چھٹی یہ اس کا بھی حق ہے۔ وہ جو جاب کر رہی ہے اس کی بھی Value سمجھی جانی چاہئے اور اس بات کی قدر ہونی چاہئے کیونکہ اسی کے باعث گھر گھر ہے سب اپنے اپنے کام کے لئے فارغ ہیں کیونکہ وہ ان کے لئے مصروف ہے۔

نوکری کرنے سے کہیں بڑی بات سلیقے سے گھر چلانا ہے اس لئے کہ جاب میں تو صرف ایک ڈیوٹی کو مقرر وقت تک پورا کرنا ہے جبکہ اس میں ہیشگی ہے' ذمہ داری ہے' Administration ہے' خرید و فروخت' بجٹ' سجاوٹ' آرائش' کُکنگ' سوئنگ' تہذیب اطفال' تعمیر کردار' غذا' دوا احتیاط' غرض ہر بات کا علم ہونا' ہر چیز کی طرف دھیان دینا' ہر کام کو انجام دینا' گھر کو ایک ماحول دینا' افراد خانہ کی زندگی کو اسی ترتیب ایک باقاعدگی دینا کونسی ایسی بات ہے جو اس کے دائرہ کار سے باہر ہے۔ تو کیا یہ ایک قابل فخر جاب نہیں ہے۔

اور جو عورتیں مجبوری کے باعث نوکری کرتی ہیں ان سے کبھی پوچھ کر دیکھئے کہ ہر دن انہیں کن مشکلوں سے گزرنا پڑتا ہے جنہیں وہ برداشت کرتی ہیں۔ کیسی کیسی ذلت سہنا پڑتی ہے جسے وہ نظر انداز کرتی ہیں۔

اور عورت پر عورت کی ذمہ داریاں ختم نہیں ہو سکتیں۔ اگر وہ گھر سے باہر جائے گی تو واپسی پہ گھر کا ہر کام بھی اسی کے انتظار میں پڑا ہوگا۔ یوں اسے گھر باہر کا دوہرا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے۔

یا پھر ہمارے معاشرے کا وہ کھاتا پیتا طبقہ ہے جن کی خواتین سوشل ورکر بننے کا شوق جانے کہاں سے چرا لائی ہیں

اس ملک و قوم اور اس معاشرے کی سب سے بڑی خدمت اسے دیانت دار' لائق کار آمد اور مفید شہری فراہم کرنا ہے۔ جو صرف اور صرف ایک خاتون ایک ماں کر سکتی ہے۔

جب ہم اپنے حصے کی ذمہ داریوں سے فرار پانے کی کوشش کرتے ہیں تو اس خلا کو پر کرنے کیلئے مشاغل ڈھونڈنے لگتے ہیں۔ آخر ان مشاغل میں بھی تو ہمارا وقت' ہماری Efferts خرچ ہوتی ہیں تو پھر انہیں صحیح سمت میں کیوں نہ استعمال کیا جائے۔

اپنے گھر کو' اپنے ماحول' اور اپنے معاشرے کو سنوارنے یا بگاڑنے میں ہم سب کا برابر کا ہاتھ ہوتا ہے۔ آپ اسے سنوارنا چاہتے ہیں یا بگاڑنا اس کا فیصلہ آپ کے اپنے ہاتھ میں ہے۔

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے ساتھی حافظ غلام جیلانی (چکوال) کی اہلیہ وفات پاگئی ہیں' ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل

حافظ غلام جیلانی صاحب (صاحب مجاز ساتھی) کی اہلیہ قضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ں' نیکیاں بیان کرتے ہیں اور ان کے لئے اللہ سے نیک اجر کی تمنا رکھتے ہیں دونوں باتیں صحیح ہیں ایک بات اور بھی ہے اور وہ قرآن کریم نے انہی لوگوں کو بتائی جو ہماری طرح سوچتے تھے وہ جی فلاں بہت خراب تھا ہمارے بزرگ بہت اچھے تھے فرمایا۔

تلک امہ قد خلت وہ ایک قوم تھی دنیا سے گزر گئی لھا ما کسبت جو کچھ انہوں نے کیا اس کا اجر وہ خود پائیں گے ولکم وکسبتم تمہارے لئے وہ ہے جو تم کرو گے تم اگلوں کی بحث تو کرتے ہو کبھی اپنے کردار پر بھی بحث کر کے دیکھ لیا کرو۔ کوئی تو اقتدار میں آکر منافق ہو گیا اور کوئی ایسا بدنصیب ہے جسے ملا بھی کچھ نہیں اور ساری عمر وہ خلوص بھی نہیں پا سکا سب سے بدنصیب رہا جسے دنیا کی دولت بھی نہ ملی دنیا کا عہدہ بھی نہ ملا اور وہ دین کے ساتھ' اللہ کے ساتھ' اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ' کھرا بھی نہ ہو سکا' مخلص بھی نہ ہو سکا اور دنیا کے لالچ میں ان منافقوں کے دروازے پہ اس نے عمریں گزار دیں کہ یہاں سے مجھے کچھ ملے گا۔ اللہ کی بارگاہ اس کی اطاعت سے خالی رہی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت پہ عمل کی توفیق نہ ہوئی اور منافقین کے پیچھے بھاگتا رہا منافقین کے دروازے پہ ایڑیاں رگڑتا رہا اور وہ تو بخیل تھے اللہ کہتا ہے وہ پرلے درجے کے کنجوس اور بے ایمان ہیں ان کی حرص پوری نہیں ہوتی ان کا اپنا پیٹ کا دوزخ نہیں بھرتا یہ تمہیں کب دیں گے جن بدمعاشوں نے دنیا کا مزا تو لے لیا دنیا کا اقتدار تو لے لیا اربوں روپے تو جمع کر لئے حالانکہ کھائیں گے یہ بھی وہی دانے گندم کے جو ان کے نصیب میں ہیں فالتو نہیں کھائیں گے جوڑ جوڑ جوڑ جوڑ کے جمع کر کے مر جائیں گے خنزیر' اور حساب آخرت کو ساری کا دیں گے' کھائے گا پتہ نہیں کون۔ لیکن انہوں نے دولت جمع کر لی انہوں نے اقتدار کا مزہ لے لیا اب اس فقیر سے اس غریب آدمی سے کوئی پوچھے جسے دنیا بھی نہ ملی اور دین بھی چھوڑ دیا اس کے پیچھے بھاگتا رہا ساری عمر ان کے اقتدار کا زینہ بنتا رہا نہیں اقتدار تک پہنچاتا رہا اس امید پر کہ یہاں مجھے کچھ ملے گا وہ تو ایسے بدمعاش تھے کہ اللہ سے وعدہ کر کے پھر گئے۔

میں نہ طنز کرنا چاہتا ہوں اور نہ کوئی جھگڑا لیکن بات جو سچی ہے وہ کرنی چاہئے۔ ہمارے آج کے حکمران جو ہیں مجھے ان کے جلسے یاد ہیں جس میں یہ کہا کرتے تھے کہ اگر ہمیں اقتدار نصیب ہوا تو ہم وہ نظام لائیں گے جو خلفائے راشدین نے نافذ کیا تھا ہم خلافت راشدہ کا نظام لائیں گے یہ جملہ ہوتا تھا۔ اور وزیر اعظم نے مجھے ذاتی طور پر بتایا خود میاں محمد نواز شریف نے مجھے بتایا کہ میں نے روضہ رسول ﷺ پر کھڑے ہو کر اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر مجھے اس دفعہ حکومت ملی تو میں لوگوں کے مسائل حل کروں گا پوری دیانت داری سے اور لوگوں کو خوشحال کر دوں گا۔ ہوا کیا؟ جب اقتدار ملا صرف ایک بات نمونے کے طور پر عرض کرتا ہوں' انہوں نے کروڑوں ٹن چینی ہندوستان کو بیچی۔ دیکھو غریبوں کو خوشحال کر رہے ہیں۔ گنا کس کا ہے؟ غریب کا۔ محنت کس کی ہے؟ مزدور کی۔ اس کے پیسے بقایا ہیں اسے نہیں ملے ملک میں چینی بائیس روپے کلو بک رہی ہے اور انہوں نے ہندوستان کو کروڑوں ٹن نو روپے کے حساب سے ایکسپورٹ کی ہے ستر ستر ڈبے کی ایک ایک ریل گاڑی گئی جو چینی کی بوریوں سے بھرے ہوئے تھے۔ مزدور جس نے مزدوری کی' کسان جس نے کماد بویا اس کے بچے بائیس روپے کلو خرید کر پئیں اور ہندوستان کا کافر ہندو کا بچہ نو روپے کلو خرید کر پئے اور وہ باقی تیرہ روپے کدھر گئے تیرہ روپے فی کلو انہوں نے قومی خزانہ سے ریبیٹ کے نام پر لیا جو ایکسپورٹ پہ دیا جاتا ہے۔ کہ کم ریٹ پہ ایکسپورٹ کی جائے تو باقی کی قومی خزانہ پوری کرتا ہے یعنی بائیس روپی کلو نصیب ہوئی پاکستان کے مسلمان کے بچوں کو اور نو روپے کلو ملی ہندو کو۔ جو تیرہ روپ کم اسے ملے وہ بھی ہم سے لئے گئے قومی خزانے سے لئے گئے۔ اب ہندو کے پاس تو اپنی چینی بہت تھی اس نے نو روپے خرید کر اٹھارہ روپے کلو کے حساب سے باہر بیچ دی نو روپے کلو میاں صاحبان سے خریدی اور اٹھارہ روپے کلو باہر بیچ دی پاکستان میں چینی کم ہو گئی کیونکہ انہوں نے ساری ادھر بھیج دی تھی پھر بیس روپے کلو باہر سے امپورٹ کر لی وہی چینی اور جس غریب نے گنا کاٹا جس غریب نے گنا بویا جس غریب

جمع ہوگی وہ منافقوں کی غذا ہوگی جو نیچے اس کے خانے میں جمع ہوگی اور ان کی آگ کافروں کی آگ سی کئی گناہ سخت ہوگی یہاں ارشاد ہوتا ہے۔

یا ایھاالنبی جاھدالکفار والمنفقین و اغلظ علیھم اے میرے نبی ﷺ کفار ور منافقین سے جہاد کیجئے۔ یعنی اللہ نے کوئی فرق نہیں رکھا ایک ہی لائن میں دونوں کو رکھا اور فرمایا ان کے خلاف جہاد کیجئے۔ و اغلظ علیھم اور ان پر پوری سختی سے پوری شدت سے ہاتھ ڈالئے۔ اور انجام ان کا یہ ہے۔ وما و ھم جھنم وبئس المصیرO کافر اور منافق کا انجام دوزخ ہے جو بہت برا ٹھکانا ہے اب آگے منافق کی نشانیاں بیان فرماتا ہے قرآن کریم۔ کافر کو تو ہر کوئی جانتا ہے کہ کافر ہے وہ تو انکار کرتا ہے توحید کا' انکار کرتا ہے رسالت کا' انکار کرتا ہے آخرت کا' انکار کرتا ہے اللہ کی کتاب کا۔ اب منافق کو کیسے پکڑا جائے؟ چونکہ اس کا نام مسلمانوں کا ہوتا ہے' حلیہ مسلمانوں کا ہوتا ہے نمازیں پابندی سے پڑھتا ہے عبادت کرتا ہے تو کیسے پتہ چلے کون منافق ہے؟ فرمایا! پہلی بات تو یہ ہے کہ منافق کلمات کفریہ کہتا ہے' اسلام کے خلاف بات کرتا ہے' اسلام پر طنز کرتا ہے' اسلام کا مذاق اڑاتا ہے' اور جب پوچھا جائے تو پھر اللہ کی قسمیں کھاتا ہے کہ میں نے تو ایسا نہیں کیا۔ نام کا مسلمان ہوتا ہے دعویٰ مسلمانی کا رکھتا ہے لیکن جب اسلام کی بات آتی ہے تو دین کا مذاق اڑاتا ہے قرآن کے احکام کا مذاق اڑاتا ہے کبھی انہیں کہتا ہے یہ سزائیں وحشیانہ' کبھی یہ کہتا ہے یہ ناقابل عمل ہے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ اس زمانے میں اس کتاب پر عمل کیا جاسکے اور اس کے بعد کہتا ہے کہ مسلمان ہوں کہا جائے کہ تو نے دین کی توہین کی ہے تو فرمایا یحلفون باللہ ما قالوا وہ اللہ کی قسمیں اٹھاتے ہیں کہ ہمارا مقصد یہ نہیں تھا حالانکہ ہوتا یہ ہے لقد قالوا کلمتہ الکفر۔ حالانکہ حق یہ ہے کہ جو کچھ انہوں نے بکا وہ صریح کفر تھا۔

و کفرو بعد اسلامھم اور اپنے دعویٰ اسلام کے بعد انہوں نے اپنا کافر ہونا بتا دیا وہ کافر ہوگئے اسلام کا دعویٰ کرنے کے باوجود۔ وھمو ما لم ینالو انہوں نے اس بات کا ارادہ کرلیا جو ان کے بس میں نہیں ہے۔ قرآن یا قرآنی تعلیمات یا دین اسلام یا سنت نبوی ﷺ کو مٹانا کسی فرد بشر کے بس کی بات نہیں اس کی حفاظت کا ذمہ اس رب العالمین نے خود لیا ہے تو یہ ایسی بات کرتے ہیں جو اس کے بس میں نہیں ہے۔

وما نقموا الاان اغنھم اللہ و رسولہ من فضلہ مسلمانوں کی اور اسلام کی مخالفت کیوں کرتے ہیں کیا اسلام میں کوئی نقص ہے؟ نہیں اللہ اپنی مہربانی سے اللہ کا رسول ﷺ ان کو غنی کر دیتا ہے وہ ان کے محتاج نہیں رہتے جو بندہ اللہ کی طرف آجاتا ہے جو بندہ دین کے ساتھ خلوص اختیار کرلیتا ہے وہ ان کے اقتدار و اختیار کے لئے چیلنج بن جاتا ہے وہ ان کا غلام نہیں رہتا۔ ان کا ایک طرح سے ذہنی قیدی نہیں بنتا جبکہ یہ دنیا کو غلام بنا کے رکھنا چاہتے ہیں اس کے باوجود اللہ فرماتا ہے دیکھو

وفان یتوبو ایک خیرا الھم اگر اتنا کچھ کرنے کے بعد بھی تو توبہ کرلیں توبہ ہوتی ہیجو نقصان کیا ہے اس کا ازالہ اور آئندہ سے جو نقصان کرنے سے باز رہنا اگر یہ توبہ کرلیں تو ان کے حق میں بہتر ہے لیکن اگر یہ اسی طرف چلتے رہے۔ وان یتو لوا یعذ بھم اللہ عذابا الیمافی الدنیا والاخرۃ ج تو یہ یاد رکھ لیں اللہ انہیں بڑا سخت عذاب دے گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

ہمارے سامنے ہماری تاریخ موجود ہے اور بڑے بڑے منافقین کا انجام بھی موجود ہے دنیا میں جو انہوں نے پایا وہ بھی موجود ہے اور آخرت اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے جو لوگ کبھی دین کا مذاق اڑایا کرتے تھے وہ زمانے کے لئے خود مذاق بن گئے اور جو باقی ہیں ان کا انجام وہی ہوگا سوائے اس کے کہ اللہ انہیں توبہ کی توفیق دے دے۔ توبہ کرلیں الگ بات ہے نہیں کریں گے تو یہی ہوگا اس لئے کہ۔

وما لھم فی الارض من ولی ولا نصیر دنیا میں عذاب الٰہی کے مقابلے میں انہیں کوئی معاون و مددگار نہیں ملے گا۔ کوئی امریکی فوج یا کوئی یورپین طاقت یا کوئی غیر ملکی ایجنسی عذاب الٰہی کو نہیں روک سکے گی۔ اب ایک اور قسم منافقوں کی آگئی فرمایا۔

ان میں سے کچھ ایسے ہیں و منہم من اعھداللہ ان میں کچھ ایسے ہیں جو اللہ سے وعدے کرتے ہیں' بیت اللہ میں جا کر قسمیں کھاتے ہیں' روضہ رسول کریم ﷺ پہ کھڑے ہو کر وعدے کرتے ہیں 'لئن اتنا من فضلہ اگر اللہ نے ہم پر مہربانی کردی ہمیں اقتدار و اختیار دے دیا اگر ہمارے ہاتھ میں طاقت آگئی۔ لنصدقن ولنکونن من الصلحین تو ہم ہر د بشر کا بھلا کریں گے اور ہمارا کردار اہی دے گا کہ ہم صالح اور نیکو کار ہ۔ فلما اتھم من فضلہ جب اللہ انہیں اقتدار و اختیار دے دیا اپنی انی سے بخلوا بہ تو پھر بڑے بدمعاش لئے پھر کسی کے لئے نہ ان کے پاس اف رہا نہ خدا کا خوف رہا نہ اپنے ے کا پاس رہا پھر بخیل ہو گئے و تولوا پھر گئے اس بات سے جو اللہ سے وعدہ تھا جو روضہ اطہر ﷺ پہ عہد کیا تھا جو ان سے کہا کرتے تھے جو جلسوں میں کہتے تھے جو اپنے منشوروں میں لکھا کرتے تھے س بات کا دعویٰ کرتے تھے و تولوا ایک دم ا سے منکر ہو گئے پھر گئے۔ و ھم عرضون یہ تھے ہی بھاگ جانے والے۔

اب اس وعدہ سے پھرنے کی سزا کیا دی؟ اللہ نے فرمایا! فاعقبھم نفاقا فی قلوبھم الی یوم یلقونہ اللہ نے ان کے دل میں نفاق اس طرح گھسیڑ دیا کہ ب آخرت کو اللہ کی بارگاہ میں آئیں گے توان کا دل نفاق سے ہی بھرا ہوا ہوگا۔ اب وہ نفاق سے نکلیں گے نہیں یعنی سزا یہ دی کہ توبہ کے دروازے بھی بند کر دئے فاعقبھم نفاقا فی قلوبھم الی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ و بما کانوا یکذبون جب انہوں نے اللہ سے وعدہ کر کے وعدہ خلافی کی' جب انہوں نے اللہ سے جھوٹ بولا تو اس نے اس کی سزا یہ دی کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان کے دل میں نفاق ٹھونس دیا حتیٰ کہ مریں گے' برزخ سے گزریں گے' قیامت کو زندہ ہوں گے' اللہ کے حضور حاضر ہوں گے تو دل نفاق سے بھرا ہوا ہوگا۔ اسلام نصیب نہیں ہوگا۔

الم یعلمو ان اللہ یعلم سرھم و نجواھم و ان اللہ علام الغیوب○ کیا انہیں اتنا بھی پتہ نہیں تھا کہ جس کے ساتھ جھوٹ بول رہے ہیں جو کچھ دلوں میں ہے وہ جانتا ہے وہ صرف تمہاری بات نہیں سن رہا جو کچھ تمہارے دل کی گہرائی میں چھپا ہوا ہے اسے بھی جانتا ہے وہ جس طرح جو بات زبان پہ آتی ہے اس سے واقف ہے اسی طرح جو خیال دل میں پیدا ہوتا ہے اس سے بھی اسی طرح واقف ہے اس لئے کہ بیشک اللہ غیب کے جاننے والا ہے اور تم عالم الغیوب سے بھی جھوٹ بول گئے ہو۔

میں نے سادہ ترجمہ ان آیات مبارکہ کا عرض کر دیا ہے دسویں پارے میں سورۃ توبہ کی آیات ہیں اور اس میں منافقین کے ساتھ جہاد کا حکم ہے اسی شدت اسی سختی اور اسی قوت سے جو کافر کے لئے ہے وہی منافق کے لئے ہے اور یہ حکم ہمیشہ کے لئے ہے پھر منافقین کی ایک اور قسم بتائی گئی وہ منافق جو کبھی ضرورت مند ہوتے ہیں کبھی اقتدار و اختیار سے محروم ہوتے ہیں کبھی خود مصیبت زدہ ہوتے ہیں تو اللہ کے حضور حاضر ہوتے ہیں پھر اللہ سے وعدے کرتے ہیں اور وعدہ یہ کرتے ہیں کہ اگر ہمیں اقتدار و اختیار دے دے' اگر ہم پر اپنی مہربانی کر دے تو ہم تو جان بھی لٹا دیں گے' ہم تو اپنا بھی لوگوں پہ نچھاور کر دیں گے' ہر آدمی کو انصاف ملے گا' ہر آدمی کو ہر شہری کے بچے کو تعلیم ملے گی' ہر بیمار کو علاج نصیب ہوگا' ہر ایک کی فریاد سنی جائے گی' گھر گھر انصاف پہنچے گا اور عہد کرتے ہیں اللہ سے اور اللہ کے رسول ﷺ سے۔ اللہ دے دیتا ہے وہ تو قادر ہے اور جب وہ دیتا ہے فرمایا پھر اپنے وعدے سے پھر جاتے ہیں۔ تو پھر کہتے ہیں یہ تو ممکن ہی نہیں یہ تو قابل عمل ہی نہیں یہ تو ہو کیسے سکتا ہے فرمایا منافقوں کی جو یہ قسم ہے اس سے کسی خیر کی امید نہ رکھو اس لئے کہ اللہ سے جھوٹ بولنے کی سزا میں اللہ ان سے توبہ کی توفیق بھی سلب کر لیتا ہے۔

فاعقبھم نفاقا فی قلوبھم

اس طرح ان کے دلوں میں ٹھونک دیتا ہے نفاق کو الی یوم یلقونہ حتیٰ کہ اس طرح وہ قیامت کو اٹھ کر اللہ کے روبرو جائیں گے۔ ہماری عادت ہے ہم کفار کی برائیاں بیان کرتے ہیں ان کے لئے آخرت کے عذاب کا ذکر کرتے ہیں ہم اپنے بزرگوں کی' سلف صالحین کی' آباؤ اجداد

مومن اور کافر

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

بمقام دار العرفان

مورخہ 29-5-98

یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنفقین و اغلظ علیھم و مائوھم جھنم و بئس المصیرO یحلفون باللہ ما قالو ولقد قالو کلمہ الکفر و کفروا بعد اسلامھم وھمو بمالم ینالوا و ما نقموا الا ان اغنھم اللہ و رسولہ من فضلہ فان یتوبوایک خیرا لھم ج وان یتولوا یعذبھم اللہ عذابا" علیما فی الدنیا والاخر ۃ وما لھم فی الارض من ولی ولنصیرO.........

الم یعلموا ان اللہ یعلم سرھم و نجواھم و ان اللہ علام الغیوبO

(التوبہ ۷۳ تا ۷۸ پارہ نمبر۱۰)

دنیا میں بنیادی طور پر دو قومیں ہیں مومن اور کافر۔ دنیا کی ساری مخلوق انسانیت جہاں تک بھی ہے اولاد آدم علیہ اسلام جہاں بھی بستی ہے نبی آخر الزمان ﷺ کی امت ہے۔ آپ ﷺ سب کے لئے رسول ہیں ﷺ اور ہمیشہ کے لئے۔ اب اس امت کے دو حصے ہیں ایک امت مومنہ اور دوسری امت کافرہ' وہ امت جس نے دعوت سے انکار کیا۔ مومنین میں بھی دو طبقے ہیں ایک عام مومن' ایک اللہ کے خاص بندے جو زیادہ اللہ کی اطاعت کرتے ہیں جن میں زیادہ خلوص پایا جاتا ہے جن کے دلوں میں درد ہوتا ہے جو اللہ کا قرب تلاش کرتے ہیں جنہیں ہم ولی اللہ کہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو بہت ہی اچھے بہت ہی نیک بہت صالح دنیا کے مقابلے میں آخرت کے طلبگار اللہ کی رضا کی جویا اور جب ہم سوتے ہیں تو یہ لوگ اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ جب ہم دنیا کے لالچ میں پھنستے ہیں تو یہ عقبیٰ کے لئے محنت کرتے ہیں۔ اسی طرح کافروں کی بھی دو قسمیں ہیں ایک عام کافر او رایک اپنے کفر میں اس سے بڑا ہوا۔

یہ جو دوسری قسم ہے کافروں کی جس کا کفر زیادہ خطرناک جو زیادہ نقصان دہ اور جس کو سب سے زیادہ عذاب ہو گا وہ کافر ہے منافق یہ ایک نرالی قسم ہوتی ہے۔ منافقین کا سردار' مدینہ منورہ میں نبی علیہ الصلواۃ والسلام کے زمانے میں عبد اللہ ابن ابی تھا بڑی حد تک بدر کے مقابلے کا سبب بھی وہ بنا اور احد اور خندق کے جو مقابلے ہوئے ان میں بھی محرک اہل مکہ کے لئے وہ تھا لیکن اس طرف اس کا یہ عالم تھا کہ کم وبیش ہر نماز میں سب سے پہلے مسجد نبوی ﷺ میں حاضر ہوتا اور ہمیشہ پہلی صف میں نماز ادا کرتا باقاعدہ نمازیں پڑھتا لیکن کردار کے اعتبار سے زیادہ نقصان پہنچانے والا سب سے بدجو اور بدخو' تو کفر کی اس قسم کا تذکرہ ان آیات میں آیا ہے کہ کوئی قد کاٹھ سے یا رنگ سے حلیے سے یا نام سے تو نہیں جانا جاتا ہے' عادات و اطوار اور کردار گواہ ہوتا ہے کہ یہ بندہ کس قسم کا ہے اور منافق کافروں کی وہ قسم ہے جو کافروں میں نہیں ہوتے جو مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں چونکہ وہ نام کے مسلمین ہوتے ہیں ان کا نام مسلمانوں جیسا ہوتا ہے ان کا دعوٰی اسلام کا ہوتا ہے وہ نمازیں پڑھتے ہیں حج کرتے ہیں روزے رکھتے ہیں سارے کام کرتے ہیں۔ لیکن کردار کافروں جیسا ہوتا ہے اور ان کے لئے قرآن نے بتایا کہ۔

ان المنفقین فی الدرک لا سفل من النار کہ کافروں کے نیچے جہنم کا جو سب سے آخری خانہ ہے جہاں سب سے زیادہ عذاب ہو گا وہ منافقین کے لئے ہے۔ اس کی تفسیر میں ملتا ہے کہ منافقوں کو جہنم کے اس حصے میں رکھا جائے گا جہاں اوپر عذاب پانے والے کافرون کے زخموں اور ان کے جسم کے پھوڑوں سے پیپ بہہ کر

نے گنا ان کو بیچا اس کے پیسے ابھی بقایا ہیں۔ اللہ سے کہا تھا انصاف کریں گے۔ غریب کو خوشحال کریں گے اقتدار ملا تو اس کا چمڑہ ادھیڑ لیا۔ اب غریب کیا کرتا ہے ماں بچوں کو زہر دیتی ہے اور خودکشی کر لیتی ہے آپ اندازہ کریں ایک ماں کو کتنا تنگ کیا جائے کہ آخر تنگ آ کر اپنے بچوں کو زہر دے دے باپ گولی مارتا ہے اپنے بچوں اور بیوی کو اور خود خودکشی کر لیتا ہے۔ اس حد تک بندے کو پہنچانے مین کہ وہ اپنے جگر گوشوں کو خود گولی مارے اپنی جان بھی ضائع کرے اپنا گھر بھی اجاڑے' اسے کتنا پریشرائز کیا گیا ہو گا کتنا تنگ کیا گیا ہو گا؟ قرآن نے نشانیاں بتا دیں۔ میں نہیں کہتا کسی کو کہ وہ منافق ہے اس کا اپنا کردار اسے بتاتا ہے اور یہ نفاق کا وہ درجہ ہے جو شاید کبھی توبہ کی توفیق بھی نہ دے۔

و منھم من عھد اللہ لئن اتنا من فضلہ لنصدقن لنکونن من الصالحین ○ منافقوں میں ایک قسم وہ ہے جو اللہ سے وعدہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر تم نے ہم پر مہربانی کر دی ہمیں اقتدار و اختیار دے دیا لنصدقن ہم تو اپنی جان بھی لٹا دیں گے اپنا مال بھی لوٹا دیں گے۔ ہم تو خیرات کر دیں گے جو کچھ ہمارے پاس ہے ہم ہر بندے کو اس کا حق واگزار کریں گے بچوں کو تعلیم دیں گے بیماروں کا علاج ہو گا۔ انصاف مظلوموں کو نصیب ہو گا۔ ظالموں کو سزائیں ملیں گی۔ احتساب ہو گا۔ چودہ کروڑ میں احتساب کیا ہوا کہ جو اقتدار کے لئے خطرہ ہیں بے نظیر اور زرداری انہیں لٹکا دو باقی سارے چور معاف وہ ٹھیک ہے زرداری بھی ظالم تھا بے نظر نے بھی ظلم کئے انہیں سزائیں دو لیکن صرف یہ دو تھے پورے ملک میں' کیسا عجیب انصاف ہے کہ جن سے اقتدار کو خطرہ ہے ان کو تو ریچھ کی طرح چمٹ گیا اور جو تمہاری گود میں گھس گئے ان کی چوریاں ڈاکے سب معاف۔ فرمایا فلما اتھم من فضلہ جب اللہ ان پر اپنی مہربانی کرتا ہے بخلوا بہ بے ایمان ہو جاتے ہیں۔ جو بھی اس قسم کا منافق ہے اس کی سزا یہ ہے فاعقبھم نفاقا فی قلوبھم الی یوم یلقونہ بما اخلفو اللہ ما وعدوہ و بما کانوا یکذبون ان کے دلوں میں نفاق کو اس طرح بھر دیتا ہے کہ وہ موت سے' نزاع گزریں گے' برزخ سے گزریں گے' منکر نکیر کا سامنا کریں گے' برزخ کے عذاب و ثواب جھیلیں گے' قیامت قائم ہو گی' کھڑے ہوں گے اللہ کے حضور جائیں گے تب تک ان کے دل نفاق سے اسی طرح بھرے ہوں گے' کہیں ان کے نفاق میں کمی نہیں ہو گی۔ یہ اس بات کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ سے جھوٹ بولا اور میں اس بات کا گواہ ہوں۔ مجھے میاں نواز شریف نے بتایا کہ میں نے تو روضہ اطہر ﷺ پہ کھڑے ہو کر یہ عہد کیا تھا کہ اس دفعہ میں لوگوں کے ساتھ بڑی بھلائی کروں گا۔ صرف ایک چینی والی بھلائی دیکھ لو باقی ہاؤسنگ سکیمیں اور موٹروے اور پلاٹوں کی لوٹ مار اور بھرتیوں کی لوٹ مار اور ایک ایک عہدے کی فروخت اس کا کوئی حساب ہی نہیں ہے۔ جتنی گورنمنٹ کی پراپرٹی بیچی گئی اونے پونے اور جس طرح کارخانے لٹائے گئے اور جس طرح ہو رہا ہے اس کا حساب صرف اللہ ہی کر سکتا ہے۔ اور پھر چودہ کروڑ مسلمانوں کو یہودیوں کے پاس رہنا رکھ دیا۔

اب صورت حال یہ ہے کہ جن کے ہم اسیر ہیں ان میں صرف نواز شریف نہیں آتا' میاں منظور وٹو نے کمی رکھی تھی اپنے زمانے میں! نواب زادہ نصراللہ خان صاحب نے اور ان کے بیٹوں نے لوٹنے میں کمی کی تھی؟ حامد ناصر چٹھہ صاحب کتنی دیر اقتدار میں رہے کونسا انصاف کیا' کس کی مدد کی آج جو اپوزیشن نعرے لگا رہی ہے اگر قرآن کے مطابق ان کی تصویر دیکھی جائے تو مسلمان ڈھونڈے نہیں ملتا۔ یہ منافقوں اور منافقوں کی آپس میں جنگ ہے۔ حق کے لئے نہیں' انصاف کے لئے نہیں' اقتدار کے لئے اور یہی ایک واحد سبب ہے کہ الاخوان نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔ چونکہ صرف حکومت ہٹانا مقصد نہیں ہے ظلم کو ہٹانا مقصد ہے ایک ظالم کے خلاف دوسرے ظالم کی حمایت بھی ظلم ہی ہے اور پچاس سالوں میں اس ملک میں صرف یہ ہوتا آیا ہے کہ ایک کے بعد دوسرا ظالم مسلط ہو گیا دوسرے کے بعد تیسرا آ گیا اب ضرورت اس بات کی ہے کہ عام مسلمان سادہ اور غریب جو سب کچھ لٹا چکا ہے وہ اس بات کا احساس کرے کہ یہاں دو طبقے ہیں ایک ظالم اور ایک مظلوم

حکومت اور اپوزیشن کوئی طبقہ نہیں ہے۔ مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی کوئی طبقہ نہیں ہے یہ قومیت پرست جماعتیں اور یہ قومی جماعتیں جو ہیں یہ کوئی طبقے نہیں' یہ جو لسانی جماعتیں ہیں یہ کوئی طبقہ نہیں' دو ہی طبقے ہیں' سندھ میں بھی' بلوچستان میں بھی' سرحد میں بھی' پنجاب میں بھی۔ اٹھانوے فیصد لوگ مظلوم ہیں اور دو فیصد ظالم ہیں۔ ظالم متحد ہیں اگر لڑتے ہیں تو ایک دوسرے سے اقتدار لینے کے لئے۔ مظلوم کے حق کے لئے کوئی نہیں لڑتا باری کے لئے لڑتے ہیں کہ تم نے بڑے مزے کر لئے اب مجھے باری دو اور مظلوم بے وقوف کی طرح ان کے جال میں پھنستے چلے آ رہے ہیں وقت ہے کہ اللہ کرے۔

اٹھو میری دنیا کے غریبو کو جگا دو
اور کاخ امراء کے در و دیوار ہلا دو
جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہیں روزی
اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

اب مظلوموں کے اتحاد کا وقت ہے جن کو قرآن میں اللہ نے اپنی نصرت اور مدد کا وعدہ دیا ہے کہ اگر مظلوم منافقوں کا دروازہ چھوڑ کر مجھ سے مدد کے طالب ہوں گے تو میں ان کو فتح دوں گا۔ ظالموں پر فرمایا۔

كم من فئه قليله غلبت فئه كثير تاریخ گواہ ہے کتنی ہی مٹھی بھر جماعتوں کو میں نے لشکروں پر فتح دے دی وہ لشکر ظالموں کے تھے وہ مٹھی بھر جماعتیں مظلوموں کی تھیں وہ حق کی طالب تھیں آج کا جہاد یہ ہے کہ ایک ایک شہری کو اس کے حق سے مطلع کیا جائے اسے دعوت دی جائے کہ مظلوموں کا ایک متحدہ پلیٹ فارم ہو جو ظالموں کے خلاف میدان عمل میں آئے۔ اللہ کرے اس بہشت زار وطن کو جہنم کے ان داروغوں سے نجات نصیب ہو اور اس پر دین حق کی' انصاف کی اور اسلام کی حکمرانی ہو۔

و آخر دعوناان الحمد لله رب العلمين

اسرار التنزیل

قرآن مجید کو بہتر طور پر سمجھنے کے لئے

مولانا محمد اکرم اعوان کی اچھوتے اور منفرد انداز میں لکھی ہوئی تفسیر "اسرار التنزیل" چھپ چکی ہے۔

جو دس جلدوں پر مشتمل ہے۔

آرٹ پیپر پر مجلد اور آفسٹ پیپر پر عام مجلد دستیاب ہے۔

اویسیہ کتب خانہ

اویسیہ سوسائٹی' کالج روڈ' ٹاؤن شپ لاہور فون: 5182727